روحانیت و روحیت

تحقیق و تصنیف

ڈاکٹر محمود علی انجم

(ایم اے، ایم ایس سی نفسیات، ایم سی ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی اقبالیات)

(بانی تھری آئی سائیکوتھراپی، اسلامک سائیکالوجسٹ، سپرچوالسٹ، صوفی سائیکوتھراپسٹ)

ریسرچ سکالر (اسلامیات، تصوف، اقبالیات، اردو، نفسیات و روحی علوم)

روحانیت وروحیت

تمام صوفیہ، علمائے حق کے نزدیک روحانی کرشمے دو قسم کے ہیں۔ معجزات وکرامات اور استدراجات۔ معجزات وکرامات دلیل صداقت ہیں۔ معجزات کا ظہور انبیاء سے اور کرامات کا ظہور اولیاء سے ہوتا ہے۔ سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد سلسلۂ ولایت اور اس لحاظ سے سلسلۂ کرامات بھی جاری ہے۔ اولیاء عظام کا تعلق اہل روحانیت سے ہے۔ روحانیت کی بنیاد عقائدِ صالحہ اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔ عقائدِ صالحہ کے بغیر اعمالِ صالحہ بھی قابلِ قبول نہیں۔ غیر مسلم عقائدِ صالحہ نہیں رکھتے۔ خواہ وہ کتنی ہی ریاضتیں کرلیں، ضبطِ نفس کا مظاہرہ کریں انہیں حقیقتِ مطلقہ تک رسائی حاصل نہیں ہوسکتی۔ ریاضت اور جدوجہد کے اصول کے تحت انہیں عالمِ ناسوت میں رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس رسائی کی بدولت انہیں کچھ تصرفات بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ ان کے ان تصرفات سے استدراجات کا ظہور ہوتا ہے نہ کہ کرامات کا۔ غیر مسلم روحیت کے حامل ہوتے ہیں، روحانیت کے نہیں۔

اسلامی تصوف (روحانیت) = اطاعتِ الٰہی (عقائد صالحہ + اعمالِ صالحہ) + ضبطِ نفس (تزکیۂ نفس وتصفیۂ باطن)

عجمی تصوف (روحیت) = (درست وغلط عقائد + ملے جلے اعمال) + ضبطِ نفس (اس سے تزکیۂ نفس اور تصفیہ باطن کماحقہ، حاصل نہیں ہوتا)۔

تحقیق وتصنیف

ڈاکٹر محمود علی انجم

(ایم اے، ایم ایس سی نفسیات، ایم سی ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی اقبالیات)
(بانی تھری آئی سائیکوتھراپی، اسلامک سائیکالوجسٹ، سپر چوالسٹ، صوفی سائیکوتھراپسٹ)
ریسرچ سکالر (اسلامیات، تصوف، اقبالیات، اردو، نفسیات وروحی علوم)
سابق پرنسپل ''چشتیہ کالج، فیصل آباد''
ایڈیٹر ''ماہنامہ نورِ ذات'' رجسٹرڈ، منظور شدہ
پروپرائٹر ''نورِ ذات پبلشرز''، لاہور

نورِ ذات پبلشرز، لاہور

Mobile & Whats App: 0321-6672557 Email: Anjum560@gmail.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جملہ حقوق بحق مصنفِ کتاب محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ روحانیت وروحیت

تحقیق وتصنیف:۔ ڈاکٹر محمود علی انجم
(ایم اے، ایم ایس سی نفسیات، ایم سی ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی اقبالیات)
(بانی تھری آئی سائیکوتھراپی، اسلامک سائیکالوجسٹ، سپر چوالسٹ، صوفی سائیکوتھراپسٹ)
ریسرچ سکالر (اسلامیات، تصوف، اقبالیات، اردو، نفسیات وروحی علوم)
بانی وصدر (بزم فقرِ اقبال، بزم علم وعرفان، ایجوکیٹر اینڈ لرنرز ویلفیئر آرگنائزیشن)
نائب صدر بزمِ فکرِ اقبال، انٹرنیشنل
سابق پرنسپل ''چشتیہ کالج، فیصل آباد''
ایڈیٹر ''ماہنامہ نورِ ذات'' رجسٹرڈ، منظور شدہ
پروپرائٹر ''نورِ ذات پبلشرز''، لاہور

برائے مشورہ ورہنمائی:۔ فون نمبر / وٹس ایپ نمبر:۔ 0323-6672557 / 0321-6672557
ای میل:۔ Anjum560@gmail.com/Anjum560@outlook.com

کمپوزنگ:۔ محمد آصف مغل

طابع:۔ نورِ ذات پبلشرز
فون نمبر / وٹس ایپ نمبر:۔ 0323-6672557 / 0321-6672557
ای میل:۔ Anjum560@gmail.com/Anjum560@outlook.com

سنِ اشاعت:۔ جنوری ۲۰۲۴ء

راقم الحروف نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ حتی المقدور تحقیقی وتنقیدی شعور سے کام لیتے ہوئے 'موضوعِ تحقیق' سے انصاف کیا جائے اور حقائق تک رسائی حاصل کر کے انھیں سند وحوالہ جات کے ساتھ ضبطِ تحریر میں لا کر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ تاہم، ہر انسانی کوشش کی طرح علمی وادبی کاموں میں بھی غلطی، کوتاہی اور نقص کا امکان رہتا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ انھیں اس کتاب میں کسی مقام پر کوئی کمی بیشی وغلطی نظر آئے تو مجھے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان کی قیمتی آرا سے استفادہ کیا جا سکے۔

واللہ الموفق و ھو الھادی الی سواء السبیل۔ اللھم تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَآ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرٰتِ فِی الْحَیَاتِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ وَرَافِعُ الدَّرَجَاتِ وَیَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ وَیَا کَافِیَ الْمُھِمَّاتِ وَیَادَافِعَ الْبَلِیَّاتِ وَیَا حَلَّ الْمُشْکِلَاتِ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ یَآ اِلٰھِیْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ط○ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ ط سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ○ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ○ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اِلٰھاً وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ○ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ○ وَاَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا○ یَارَبِّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِیْ لِجَلَالِ وَجْھِکَ وَعَظِیْمِ سُلْطَانِکَ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی ○ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ ○ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَدَدَ خَلْقِہٖ ○ اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ خَلْقِہٖ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی○ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ○ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ○ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ○ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط○

کتاب دوستی

کامیاب زندگی گزارنے کے لیے زندگی کا مقصد اور اسے گزارنے کا طریقہ جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے بہترین مخلوق کا رُوپ عطا کرنے والے احد و واحد رب تعالیٰ نے انبیا و رُسل پر آسمانی کتابیں اور صحائف نازل فرمائے اور انھیں بطور معلم انسانوں کو تعلیم دینے اور ان کی تربیت کرنے کا فریضہ سرانجام دینے کی ذمہ داری تفویض فرمائی۔ کتاب ہر ایک معلم و متعلم کی بنیادی ضرورت ہے۔ ایک مسلمان تاحیات معلم اور متعلم کے طور پر زندگی بسر کرتا اور ہر وقت اپنی اور دوسروں کی اصلاح اور فلاح کے لیے مصروف بہ عمل رہتا ہے۔ حیات بخش اور حیات افروز علم و ادب پر مشتمل کتابیں ہر فرد کی ضرورت ہیں۔ ایسی تحقیقی، مستند کتابیں جو منشائے الٰہی کے مطابق دنیوی اور اُخروی فوز و فلاح کے حصول میں ممد و معاون ہوں، ان کا مطالعہ اور ان سے ملنے والی تعلیمات پر عمل کرنا از حد ضروری ہے۔

اپنے بارے میں، اپنے خالق و مالک کے بارے میں، اس کائنات کے بارے میں، اپنے محبوب حکما، علما، صوفیہ، ادبا اور شعرا کی نگارشات سے استفادہ کرنے کے لیے مطالعہ کی عادت اپنائیں۔

یہ کتاب اسی جذبے کے تحت آپ کو پڑھنے کے لیے پیش کی گئی ہے۔ اسے خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کے لیے دیں۔

سُرورِ علم ہے کیفِ شراب سے بہتر   کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

محترمی ومکرمی! ________________________

____

روحانیت وروحیت

ازطرف:۔ ________________________

تاریخ:۔ ____________ دن:۔ ____________

اظہارِ تشکر

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ٥

اور اللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹ سے (اس حالت میں) باہر نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم شکر بجالاؤ٥

زیرِ نظر کتاب ''روحانیت وروحیت'' کی تصنیف وتالیف کی سعادت حاصل ہونے پر میں ربِ قدیر اور اپنے آقا ومولا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے حد وحساب شکر گزار ہوں۔ میں اپنے روحانی، علمی وادبی محسنین اور کرم فرماؤں خصوصاً سلطان الفقرا قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر ومرشد حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ، اپنے نہایت واجب الاحترام والد محترم حاجی محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ محترمہ کا شکر گزار ہوں جن کی تعلیمات، دعاؤں، توجہ اور شفقت کی بدولت اس کارِ سعادت کی توفیق عطا ہوئی۔ میرے کرم فرما اساتذہ پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان (پی ایچ ڈی اقبالیات)، پروفیسر ڈاکٹر محمد افضال انور (پی ایچ ڈی اردو)، پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان (پی ایچ ڈی اقبالیات)، پروفیسر ڈاکٹر قمر اقبال (پی ایچ ڈی اقبالیات) اور پروفیسر ڈاکٹر مظفر علی کاشمیری (پی ایچ ڈی اقبالیات) کی مدد، رہنمائی اور دعاؤں کی بدولت مجھے یہ کارِ خیر سرانجام دینے کی توفیق حاصل ہوئی۔ میری بیوی (فوزیہ نسرین انجم)، بیٹی (عروج فاطمہ)، داماد (اسد محمود)، بہو (فائزہ حامد) اور بیٹوں (حامد علی انجم اور احمد علی انجم) نے میرے حصے کی ذمہ داریاں سرانجام دے کر، ہر طرح سے میری ضروریات کا خیال رکھ کر مجھے ذہنی وقلبی فراغت کے لمحات حاصل کرنے میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ میں ان سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ میں اپنی اس علمی، ادبی وروحانی کاوش کو ان سے منسوب کرتا ہوں اور دل کی گہرائیوں سے ان کے لیے دعا گو ہوں۔

احقر العباد
طالبِ دعا ومنتظرِ آرا
ڈاکٹر محمود علی انجم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ مِّائَةَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ؕ

انتساب

سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمام انبیا ورسل، امہات المؤمنین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد پاک، پنجتن پاک، آئمہ مطہرین، معصومین، تمام صحابہ کرام وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، اولیائے امت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام مشائخ عظام، علمائے کرام، تمام مومنین ومومنات، مسلمین ومسلمات، قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی ودیگر تمام سلاسلِ حق کے پیرانِ عظام واہلِ سلسلہ، ساتوں سلطان الفقراء خصوصاً حضرت پیرانِ پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غریب النواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ صابر پیا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ، مرشدِ من حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد غلام نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ، فرید العصر میاں علی محمد خاں چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد مسعود احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، سرکار میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ گوہر عبد الغفار چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ، میاں غلام احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، میاں مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ اوران کے اہل وعیال، حضرت میاں علی شیر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں فریاد احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد افضال انور، پروفیسر ڈاکٹر قمر اقبال، پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان، پروفیسر ڈاکٹر مظفر کاشمیری، پروفیسر ڈاکٹر محمد غلام معین الدین نظامی، ڈاکٹر محمد شفیق، ڈاکٹر محمد اصغر، پروفیسر سلیم صدیقی، استادِ محترم پروفیسر عبد اللہ بھٹی، بندہ عاجز اور اِس کی اہلیہ کے والدین (حاجی محمد یٰسین وبیگم یٰسین، میاں لطیف احمد وبیگم میاں لطیف احمد)، بندہ عاجز کی اہلیہ (فوزیہ نسرین انجم)، بیٹی (عروج فاطمہ)، داماد (اسد محمود)، بہو (فائزہ حامد)، بیٹوں (حامد علی انجم، احمد علی انجم)، پوتے (محمد علی انجم)، پوتی (ماہ نور فاطمہ)، بہنوں (مسز یاسمین اختر، مسماۃ ناہید اختر)، برادران (میاں مقصود علی چشتی نصیری، میاں سجاد احمد قادری، میاں فیاض احمد، میاں شہباز احمد، میاں اعجاز احمد، میاں خرم یٰسین، میاں عاصم یٰسین، میاں ارشد محمود، میاں افتخار احمد، میاں ابرار احمد، میاں عمران احمد، میاں نسیم اختر) اوران کے اہل وعیال، مسٹر ومسز نصیر واہلِ خانہ، خالد محمود (پروپرائٹر: خالد بک ڈپو، لاہور)، کاشف حسین گوہر (پروپرائٹر: ہمدرد کتب خانہ)، الطاف حسین گوہر (پروپرائٹر: گوہر سنز پبلی کیشنز)، تمام مسلمان آباؤ اجداد، بہن بھائیوں، بیٹوں، بیٹیوں، دامادوں، بہوؤں، نسلِ نو، احباب، رفقا، اساتذہ، تلامذہ، ظاہری وباطنی بلاواسطہ وبالواسطہ محسنین، علمی نسبی، روحانی تعلق رکھنے والے تمام احباب، بندہ عاجز کے چاہنے والوں اوران سب کو جن سے بندہ عاجز کو محبت ہے، تاابد الآباد اس کا ثواب ایصال ہو۔ بندہ عاجز سے جانے انجانے کسی بھی صورت میں ایسے تمام افراد جن کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سرزد ہوئی انھیں بھی اس کارِ خیر کا ثواب ایصال ہو اور ذاتِ باری تعالیٰ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اپنے فضل وکرم سے اسے بطور قضا وکفارہ شمار فرما کر اُن سب کی اور بندہ عاجز کی مغفرت فرما دے۔ (آمین)

وَالَّذِيۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِيۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِيۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِىۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۝

اور وہ لوگ (بھی) جو اُن (مہاجرین وانصار) کے بعد آئے (اور) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ۝ الحشر [59:10]

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی کے لیے پیدا فرمایا اور دین اسلام کو بندگی کی اساس اور میزان قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی رہنمائی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام تا نبی کریم رؤف ورحیم حضرت محمد ﷺ تک کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورُسل مبعوث فرمائے اور آسمانی کتابیں نازل فرمائیں۔تمام انبیاء ورُسل ان آسمانی کتابوں میں دی گئی ہدایت کے مطابق عمل کرتے اور انسانوں کو تعلیم دیتے رہے۔نبی کریم رؤف و رحیم حضرت محمد ﷺ کے ذریعے دین اسلام کی تکمیل ہوگئی۔آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے۔

اسلام کا پیغام کسی مخصوص زمانے، کسی مخصوص علاقے یا مخصوص لوگوں کی حد تک محدود نہیں۔اسلام کا پیغام عالمگیر اور آفاقی ہے۔دین اسلام کے مطابق زندگی کا سفر ہمیشہ جاری رہے گا۔ہم سب اس دنیا میں آزمائے جانے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔اس دنیاوی زندگی کے مطابق آخروی زندگی کی راہیں متعین ہوں گی۔دین اسلام میں جسم اور روح کے باہمی تعلق اور ان کے تقاضوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔عصرِ حاضر کا انسان اپنا مقصدِ حیات فراموش کر چکا ہے۔وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ سے دور ہے بلکہ وہ اپنے آپ سے بھی دور ہے۔لادینی وملحدانہ فلسفۂ حیات کے تحت ہر کوئی اپنی بدنی، دنیاوی اور مادی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل کے لیے کوشاں ہے۔زیادہ تر لوگ اس مادی طرزِ فکر کی وجہ سے اپنی روح کے تقاضے بھی فراموش کر چکے ہیں۔وہ روح کے قائل نہیں تو روحانیت کے قائل کیسے ہوں گے۔ہم مسلمان بھی اس مادی دور میں اپنا مقصدِ حیات فراموش کر چکے ہیں۔

دین اسلام آخروی زندگی میں فلاح وکامیابی کے حصول کے لیے دنیاوی زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔اس کے مطابق ہر انسان کو، خصوصاً مسلمان کو اسلامی تصورِ حیات کے مطابق اپنے بدن اور روح کے تقاضے پیش نظر رکھتے ہوئے دنیا اور آخرت میں کامیابی کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ **عصرِ حاضر کی ان خرابیوں کے پیشِ نظر اور جدید علوم کے تحقیقی اصول کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بندۂ عاجز نے اسلامی ضابطۂ حیات، علامہ اقبالؒ کے افکار و تصورات (خصوصاً فلسفۂ خودی)، اسلامی نفسیات اور اسلامی تصوف کے باہم مربوط تعلق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تھری آئی سائیکو تھراپی وضع کی ہے جو کہ نفسیاتی، روحانی اور اخلاقی امراض کے طریقۂ علاج پر مشتمل ہے۔الحمد للہ! یہ سائیکو تھراپی اسلامی فلسفۂ حیات اور اُس کے تقاضوں کے مطابق ہے۔اسلامیات، اقبالیات، تصوف اور نفسیات کے باہمی ربط پر مبنی یہ تھراپی اسلامی ضابطۂ اخلاق اور اسلامک سپر چوائل ازم کے آفاقی اور عالمگیر اصولوں پر مبنی ہے۔** اس سے نہ صرف ہم مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی استفادہ کر سکیں گے اور ان شاء اللہ وہ اس تھراپی کے عملی نتائج سے اطمینان پا کر دین اسلام کے بھی قائل ہو جائیں گے اور اُن میں جن کا نصیب ہوا وہ مسلمان بھی ہو جائیں گے۔ **بندۂ عاجز کو اللہ تعالیٰ نے اس تھراپی پر ریسرچ کرنے اور اسے پیش کرنے کا شرف عطا فرمایا ہے۔تحقیقی نکتۂ نگاہ سے یہ نفسیات اور روحانی دنیا میں ایک نیا اضافہ ہے۔آپ کے پیشِ نظر یہ کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔**

عظیم علمائے حق اور صوفیائے عظام نے خلقِ خدا کی بہتری کے لیے آیاتِ قرآنی اور مسنون دعاؤں پر مشتمل منازلِ روحانی ترتیب دیں اور پیش کیں جن میں سے 'حزب البحر' اور 'حزب الاعظم' مشہور ومتداول ہیں۔عصرِ حاضر میں ذاتِ باری تعالیٰ کے فضل وکرم سے بندۂ عاجز نے احادیثِ نبوی ﷺ اور ارشادات ومعمولاتِ صوفیاء کے پیشِ نظر بعد از تحقیق کئی منازلِ روحانی ترتیب دیں، احادیث کے مطابق ان کے فضائل بیان کیے اور انہیں 'حزب النبی ﷺ'، 'حزب الکامل'، 'حزب الاعظم جدید'، 'حزب الحب والتسخیر'، 'حزب الشفائے کامل'، 'حزبِ مریم' اور 'حزب المؤمن' کے نام سے پیش کیا ہے۔یہ منازلِ روحانی طبِ نبوی ﷺ کے بنیادی اصولوں کے مطابق ترتیب دی گئیں ہیں اور یہ صدیوں پر محیط اسلامی اور روحانی معالجات میں منفرد اضافے اور پیشکش کی حیثیت رکھتی ہیں۔علمِ تحقیق کی رو سے تحقیق پر مبنی یہ منازلِ روحانی نہایت قدر وقیمت کی حامل ہیں جس کا بین ثبوت وہ تمام احادیثِ مبارکہ ہیں جو ان منازل کے فضائل میں بیان کی گئی ہیں۔احباب سے درخواست ہے کہ ان منازل کو اپنے معمول میں لے کر آئیں۔صدقہ جاریہ کی نیت سے ان کو شائع کریں اور تقسیم کریں۔صوفیائے عظام اور روحانی معالجین سے درخواست ہے کہ وہ ان منازلِ روحانی کی ترویج میں بھرپور کردار ادا کریں تا کہ مخلوقِ خدا ان سے بھرپور استفادہ کر کے فلاحِ دارین حاصل کرے اور ہمارے لیے یہ منازلِ روحانی صدقہ جاریہ بن جائیں۔

طالب دعا

پروفیسر ڈاکٹر محمود علی انجم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	حمد ونعت	03
	کتاب دوستی	04
	اظہارِ تشکر	05
	انتساب	06
	پیش لفظ	07
	فہرست مضامین	08
	کامیاب زندگی کا تصور	**10**
	تخلیقِ آدمؑ کا مقصد	10
	تخلیقِ ارواح اور عہدِ اول	10
	عظمتِ انسانی	10
	تخلیقِ آدمؑ	11
	علم الاسما	11
	مقصدِ حیات	13
	مقصدِ حیات حاصل کرنے کا طریقہ	14
	حاصل کلام	15
	روحانیت وروحیت	**16**
	مراقبہ	16
	مراقبہ کے فوائد	17
	مراقبہ اور جدید سائنسی تحقیقات	19
	’’من کی دنیا‘‘ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	20
	روحانیت وروحیت میں فرق	21
	اسلامی تصوف وعجمی تصوف میں فرق	22
	رئیس امروہوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	23
	کامل نصاب تعمیر وتنظیمِ شخصیت(PSCT Course)	26
	روحی علوم کی خرابیاں	27
	علم تصوف کی تعلیم کے عصری تقاضے	28
	فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات	29
	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات	31
	سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات	31
	اہلِ حق کے نزدیک روحیت وروحی مظاہر کی حقیقت	31

	تزکیۂ نفس کا مفہوم	32
	فلاحِ تقویٰ اور فلاحِ احسان میں فرق	32
	افکار و محسوسات اور جذبات کی لطافت و کثافت	34
	حاصل کلام	35
	حوالہ جات وحواشی	37

کامیاب زندگی کا تصور

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے: کَانَ اللّٰہُ وَلَمۡ یَکُنۡ مَعَہٗ شَیۡءٌ غَیۡرُہٗ
اللہ تھا اور نہ تھی کوئی شے اُس کے غیر۔(1)
حدیث قدسی میں آیا ہے: کُنۡتُ کَنۡزاً مَّخۡفِیاً فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرَفَ فَخَلَقۡتُ الۡخَلۡقَ O
میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ اس لیے مخلوق کو پیدا کیا۔(2)

مخفی خزانہ سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ کی ذات وصفات ہیں۔ "فَاَحۡبَبۡتُ" سے مراد ہے میری محبت کا تقاضا ہوا، میں نے محبت سے چاہا کہ مجھ کو پہچاننے والا ہو۔ اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔[1]

مندرجہ بالا حدیث حدیث پاک سے واضح ہے کہ تخلیقِ کائنات اور تخلیقِ آدم کا مقصد اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ استوار کرنا اور اس کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے اپنے محبوب حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے تمام انبیاء ورُسل کی روح، دیگر تمام ارواح، فرشتے، لوح وقلم، عرش وفرش اور کُرسی پیدا فرمائے۔

سب روحوں کو پیدا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ط کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ الاعراف(7:71)

سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا، بلٰی (بے شک تو ہمارا رب ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سن کر ساری مخلوق نے عرض کیا، "بلٰی"۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سماعت، بصارت اور ادراک کی صلاحیتیں عطا فرمائیں۔ مخلوق کے کان میں پہلی آواز اللہ تعالیٰ کی پڑی، مخلوق نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، پہچانا اور جان لیا کہ میرا اللہ تعالیٰ اور خالق میرے سامنے ہے۔ میں مخلوق ہوں۔ اس ادراک پر مخلوق نے اپنے خالق اور رب کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس نے جس محبت کے ساتھ کائنات اور انسان کو پیدا فرمایا ہے، یہ کائنات اور انسان بھی اس پیار اور محبت سے اللہ تعالیٰ کو پہچانے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر مخلوقات پر برتری، بزرگی اور فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ o
بے شک ہم نے انسان کو بہترین تقویم پر پیدا فرمایا۔ التین [95:4]

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ o
اور بے شک ہم نے نسلِ آدم کو تمام کائنات پر بزرگی اور برتری بخشی۔ الاسرٰی [17:70]

---

[1] یہ حدیث پاک مخزن الاسرار کے ص 27 پر، ذات کا عرفان کے ص 67 پر اور رابطہ شیخ کے ص 366 پر کشف الخفاء، حدیث نمبر 2533، جلد 2، ص 344 کے حوالہ سے بھی درج ہے۔ تعلیم غوثیہ کے ص 316 پر یہ حدیث پاک آخر پر چند الفاظ کے اضافہ کے ساتھ اس طرح درج ہے: "کُنۡتُ کَنۡزاً مَّخۡفِیاً فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرَفَ فَخَلَقۡتُ الۡخَلۡقَ وَ تَعَرَّفۡتَ اِلَیۡھِمۡ فِیۡ عَرَفُوۡنِیۡ وَعُرِفۡتُ بِھِمۡ۔ میں خزانہ پوشیدہ تھا پس چاہا میں نے یہ کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلقت کو پیدا کیا۔ اور میں نے ان کو اپنا شناسا کیا۔ پس شناخت کیا مجھ کو مجھ سے اور میں بہ سبب اُن کے پہچانا گیا۔ حاشیہ میں درج ہے کہ اس حدیث قدسی کو حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے تکملہ معراج النبوت میں لکھا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (اى يَعْرِفُوْنَ)۔ الذاریات [51:56]

اور میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا سوائے اس کے وہ عبادت کریں۔یعنی معرفت حاصل کریں۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

پس جب میں (آدم علیہ السلام کا جسم) بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔الحجر [15:29]،ص [38:72]

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

اور تعلیم کیے آدم (علیہ السلام) کو اسماء سب کے سب۔البقرہ [2:31]

اِنَ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم (انسان) کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔(3)

مندرجہ بالا آیات اور حدیث پاک سے واضح ہے کہ:

1۔ انسان احسن الخالقین (بہترین پیدا فرمانے والے) کی بہترین مخلوق ہے۔اسے بہترین تقویم پر پیدا کیا گیا ہے۔

2۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔یعنی اُسے اپنی صفات سے متصف فرمایا ہے۔جب آدم علیہ السلام میں روح قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی تو ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی۔اس ضمن میں حضرت شاہ سید محمد ذوقی فرماتے ہیں:

''روح پھونکنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی ذات اور صفات کا پرتو آدم علیہ السلام پر ڈالا...... چنانچہ جملہ اسماء وصفاتِ الٰہی خلقتِ انسانی میں ظاہر ہوئے اور وجودِ انسانی نے جمیع مراتبِ علوی وسفلی کو گھیر لیا''۔(4)

مزید لکھتے ہیں:

''جس قدر صفات اللہ تعالیٰ میں ہیں اُسی قدر صفات انسان میں ہیں بہ استثنائے وجوبِ ذاتی اللہ تعالیٰ حی اور سمیع وبصیر ہے۔انسان حی اور سمیع وبصیر ہے۔فرق یہ ہے کہ انسان اپنی حیات اور اپنے سمع وبصر میں اللہ کا محتاج ہے اور اللہ کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں''۔(5)

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی،قدیم اور لامحدود ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو صفات عطا فرمائی ہیں وہ عطائی،حادث اور محدود ہیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم الاسماء عطا فرمایا۔اس سے بھی مراد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ اسماء وصفات کا آدم علیہ السلام پر پرتو ڈالا اور انہوں نے اس پرتو کو قبول کرلیا۔اس صلاحیت کی وجہ سے انہیں فرشتوں پر فضیلت حاصل ہوئی اور وہ مسجودِ ملائک بنے۔

مندرجہ بالا گزارشات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم الاسماء عطا فرمایا۔اسے روحانی صلاحیت واستعداد عطا فرمائی۔اس صلاحیت واستعدادِ روحانی وعلمی کی بدولت وہ ذاتِ باری تعالیٰ سے محبت ومعرفت کا رشتہ قائم کرنے کے قابل ہوگیا۔یہ امانت آسمانوں،زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی گئی۔سب ڈر گئے اور انہوں نے یہ بارِ امانت اُٹھانے سے انکار کردیا۔انسان نے بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا اور یہ ذمہ داری قبول کرلی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًاo الاحزاب [33:72]

بے شک ہم نے (اِطاعت کی) امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اس (بوجھ) کے اٹھانے سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا،بے شک وہ (اپنی جان پر) بڑی زیادتی کرنے والا (ادائیگیِ امانت میں کوتاہی کے انجام سے) بڑا بے خبر ونادان ہےo

'ظلمت' ضد ہے نور کی۔'جہل' ضد ہے علم کی۔ظلمت اور جہل تاریکی ہے اور علم نور ہے۔اس ظلمت وجہل نے زنگار کا کام دیا جبکہ نورِ روح اور نورِ علم نے آئینہ کے صاف اور شفاف پہلو کا کردار ادا کیا۔

اس امانت کو فرشتے اس لیے قبول نہ کرسکے وہ سراپا نور تھے۔وہ شفاف آئینوں کی مانند تھے۔عکس قبول کرنے کے لیے ان کے اندر تاریک پہلو نہ تھا۔زمین اور پہاڑ کثیف دیوار کی طرح سراپا ظلمت تھے۔ان کے اندر نورانی پہلو نہ تھا۔اس لیے وہ بھی اس امانت کو قبول نہ کر

سکے۔انسان کے اندروَ نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ ط کے حکم کے مطابق مادی جسم کی ظلمت (تاریکی) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی روح کا نور بھی موجود تھا۔وہ مثل آئینہ زنگاری ایک طرف سے روشن اور دوسری طرف سے تاریک تھا۔وہ علم کی روشنی اور جہل کی تاریکی رکھتا تھا۔وہ وجود کا نور بھی رکھتا تھا اور عدم کی ظلمت بھی۔وہ لطافتِ ملکوتی بھی رکھتا تھا اور کثافتِ حیوانی بھی۔اس نے آئینہ بن کر فوراً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا عکس قبول کرلیا۔

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی چمن زنگار ہے آئینہ بادِ بہاری کا

جب روح وجسم کی آمیزش سے آئینہ تیار ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنے اسماء وصفات اور حسن وجمال کا مشاہدہ کیا تو اسے اپنا محبوب بنالیا، خلافتِ ارضی عطا کی اور مسجودِ ملائک بنایا۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓئِکَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ o قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ط اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ o قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ج فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لا وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ o البقرة [2:31-33]

اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: مجھے ان اشیاء کے نام بتا دو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو o فرشتوں نے عرض کیا: تیری ذات (ہر نقص سے) پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے، بے شک تو ہی (سب کچھ) جاننے والا حکمت والا ہے o اللہ نے فرمایا: اے آدم! (اب تم) انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کرو، پس جب آدم (علیہ السلام) نے انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کیا تو (اللہ نے) فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (سب) مخفی حقیقتوں کو جانتا ہوں، اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو o

علم الاسماء (اشیاء کے ناموں کا علم) کے بارے میں مفسرین کی رائے ہے کہ:

1۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کائنات کی وہ تمام اشیاء جو ماضی سے مستقبل تک وجود میں آنے والی تھیں اُن سب کے نام اور ان کی حقیقت کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو دیا گیا۔

2۔ اس وقت جس قدر اشیاء بھی عالمِ کائنات میں موجود تھیں اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ان کا مظاہرہ کیا گیا تھا ان سب کا علم عطا کیا گیا۔

مذکورہ بالا دونوں مفاہیم درست ہیں۔علم الاسماء کا اطلاق اس وقت موجود تمام اشیاء اور ماضی ومستقبل کی تمام اشیاء پر ہوسکتا ہے۔اس میں اشیاء کے نام، ان کی بنیاد و نہاد اور اصول و اساس کا علم بھی شامل ہے۔تاہم، حیرت کی بات ہے کہ مفسرین اس ضمن میں کھل کر بات نہیں کرتے کہ اس سے مراد علم معرفت وعرفان ہے۔مخلوق کو جب علم وعقل اور شعور عطا ہوئے تو اُس نے سب سے پہلے اپنے خالق، مالک اور رب کو پہچانا۔جب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ط کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے عرض کیا 'بلیٰ' جی ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ربوبیت کا اقرار اس بات کا ثبوت ہے کہ مخلوق نے اپنے خالق کو 'رب' کے اسم سے جانا اور پہچانا۔اس سوال میں 'محبت' کا اظہار تھا۔یہ سوال اپنی پہچان کرانے کے لیے کیا گیا تھا۔پہچان کرانے والا عظیم وبرتر رب اور خالق تھا۔پہچان کے لیے علم، عقل اور شعور کی ضرورت ہے۔رب تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنی پہچان کے لیے اسے ناموں کا علم (علم الاسماء) عطا فرمایا۔اسے بتایا کہ میں رب ہوں، خالق ہوں، مالک ہوں، تمہارا اللہ ہوں۔

'اللہ' اسمِ ذات ہے۔رب، خالق، مالک صفاتی اسماء ہیں۔اسم 'اللہ' کو اسمِ ذات یا اسمِ اعظم بھی کہتے ہیں۔'سرِ دلبراں' میں ہے کہ جس طرح اسم اللہ جملہ اسماءِ الٰہی کا جامع ہے۔اسی طرح انسان جملہ صفاتِ الٰہی کا جامع ہے۔پس حقیقتِ انسانی مظہر ہے اسم اللہ کی۔انسان کی طرح تمام کائنات میں بھی اسمائے الٰہی ذاتی وصفاتی کا ظہور ہے۔اس لحاظ سے عالم کو انسانِ کبیر اور انسان کو عالمِ صغیر کہتے ہیں۔

انسان کی تفصیلی صورت عالم میں ہے اور عالم کی اجمالی صورت انسان ہے۔ جو کچھ عالم میں ہے سب اجمالی طور پر انسان میں ہے اور جو کچھ انسان میں ہے سب تفصیلی طور پر عالم میں ہے۔(6)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ حقیقتِ انسان کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''انسان کی باطنی حقیقت، اصلی فطرت اور حقیقی جبلت وشرست ہی ذکر اسم اللہ ذات سے پڑی ہے جو کہ تمام اذکار کا اصل معنی ہے اور تمام اشیاء کے اسماء مع ان کے اذکار کے اسم اللہ ذات کے فروعات اور ظلال ہیں اور اسم اللہ ذات سب اشیائے کائنات کی اصل ہے۔ قولہ تعالیٰ:

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ٥

اور اُس نے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے (نظام کے تحت) مسخر کر دیا ہے، بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں ٥ سورۃ الجاثیہ [45:13]

اسی آیت کی تفسیر کی بابت حضرت ابن عباسؓ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

فِيْ كُلِّ شَيْءٍ اِسْمُ اَسْمَآئِهٖ تَعَالٰى وَاِسْمُ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ اِسْمِهٖ۔ یعنی ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کے اسما میں سے ایک اسم ہے اور ہر چیز کے اسم کا ظہور اللہ تعالیٰ کے اسمِ ذات سے ہے۔(7)

ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت کے لیے اپنے آپ کو پہچاننا ضروری ہے۔ یعنی عرفانِ نفس، عرفانِ ذات (اپنی ذات کی پہچان) ضروری ہے۔ اسی طرح کائنات میں غور وفکر کی بھی ضرورت ہے۔ انسان اور کائنات میں اسمائے الٰہی ذاتی وصفاتی کا ظہور ہے۔ اس لیے معرفتِ حق کے لیے انسان کو علم الاسماء عطا ہوا۔ انسان کو ذکر وفکر کے لیے یہ علم عطا ہوا تا کہ وہ کامیاب زندگی گزار سکے اور مقصدِ حیات کی تکمیل کے بعد نیابت الٰہیہ کا فریضہ سرانجام دے سکے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ:

1۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات اس لیے تخلیق کی ہے کہ کائنات میں با اختیار اور مکلّف مخلوق اپنے خالق کو پہچان کر، دیکھ کر، سمجھ کر اس کی ربوبیت کا اقرار کرے اور اس سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرے۔

2۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے محبت کے ساتھ مخلوق کو تخلیق کیا اسی طرح مخلوق بھی محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب ورضا اور محبت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم الاسماء عطا فرمایا ہے۔ علم الاسماء اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی پہچان کا علم ہے۔ ذات کی پہچان کے لیے اسمِ ذات (اللہ) اور صفات کی پہچان کے لیے صفاتی اسماء (رحمٰن، رحیم، حیّ، قیوم،......) کی تعلیم دی گئی ہے۔ علم الاسماء نور (روشنی) کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہے۔ اس کی صفات نور ہیں۔

4۔ انسان کو چاہیے کہ وہ تفکر اور تحقیق کو اپنا شعار بنائے۔ اپنے آپ پر غور وفکر کر کے عرفانِ نفس اور عرفان ذاتِ باری تعالیٰ حاصل کرے۔ کائنات پر غور وفکر کر کے اسے تسخیر کرے۔ اس طرح عرفانِ ذاتِ باری تعالیٰ حاصل کرے اور حقیقی طور پر خلافت ونیابتِ الٰہیہ کے منصب پر فائز ہو۔

5۔ حدیث پاک کی روشنی میں معرفت کے حصول کا آسان طریقہ ''مراقبہ اسمِ ذات'' ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق مومن مرتبہ احسان پر فائز ہوتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے یا اس کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب اور وصال کا ذریعہ اور وسیلہ محض ذکر ہے۔ تمام اذکار میں افضل، تمام ذکروں کا خلاصہ اور جامع اذکار، ذکر اسم اللہ ذات ہے۔ اس ضمن میں حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''......انسانی زندگی کی اصلی غرض اور حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت، معرفت، قرب اور وصال ہے اور اس کا واحد ذریعہ ذکر اللہ اور اسم اللہ ہے۔ اور تمام مذاہب اور خاص کر اسلام انسان کو اللہ تعالیٰ کے اسم کے ذریعے مسمّٰی تک یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا اہتمام کرتا ہے......''(8)

''......اسم اللہ ذات کے نور سے تمام کائنات خصوصاً انسانی وجود کی بنیاد پڑی ہے۔ انسان کی باطنی فطرت اور سرشت میں اسم اللہ ذات کا نور

بطور ودیعت اور امانت روزِ ازل سے اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھ دیا ہے اور اسم اللہ ذات ہی وہ نوری رشتہ ہے جس سے انسان اپنے خالق کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی وسیلے اور ذریعے سے انسان کے اندر عالمِ غیب اور باطنی دنیا کی طرف نوری روزن اور باطنی راستہ کھل جاتا ہے۔ یہی اسم اللہ ذات تمام ظاہری و باطنی علوم و معارف و اسرار اور جملہ ذاتی، صفاتی، افعالی و اسمائی انوار اور کُل عالمِ ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت اور سارے مقاماتِ شریعت، طریقت اور معرفت اور جمیع اذکار و لطائفِ نفسی، قلبی، روحی، سری، خفی، اخفیٰ و انا اور کل درجات اسلام، ایمان، ایقان، عرفان، قرب، محبت، مشاہدہ اور وصال تک پہنچنے کا واحد ذریعہ اور ان باطنی خزائن کے کھولنے کی واحد کنجی ہے۔'' (9)

''شارع اسلام اور بزرگانِ دین نے ذِکر اللہ اور اسم اللہ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب، مشاہدے اور وصال کا واحد ذریعہ اور وسیلہ بتایا ہے۔ کیونکہ اسم عین مسمّٰے ہے۔ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ میں اپنے ذکر کرنے والے کے پاس موجود ہوتا ہوں۔ اَور ایک دُوسری حدیث میں آیا ہے اَنَا بَیْنَ شَفَتَیْہِ اِذَا ذَکَرَنِیْ۔ یعنی جب کوئی مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے دو ہونٹوں کے درمیان ہوتا ہوں۔ سو یہ تو صاف ظاہر ہے کہ انسان کے ہونٹوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان غیر محدود ذات کبھی نہیں آسکتی۔ ذاکر کے ہونٹوں کے درمیان تو صرف اللہ تعالیٰ کا اِسم ہی آسکتا ہے۔ سو یہاں اِسم اَور مسمّٰے کے اِتّصال اَور اِتحاد کی طرف اشارہ ہے کہ اِسم اَور مسمّٰے کے درمیان نہ صرف اِتّصال ہے بلکہ اِسم مسمّٰے کی عین مثال اَور عین العین ہے۔ اَور یہی اصل باعث مبداء و معاد و ذریعہ پیدائش خلق و ایجادِ کونین ہے۔'' (10)

اسمِ ذات، مالک حقیقی کے مکانِ غیب کا دروازہ ہے۔ یہ باب الاسم ہی مالکِ حقیقی تک پہنچنے کا آسان اور نزدیک ترین راستہ ہے۔ ہر وقت اور ہر حال میں اسمِ ذات کا تصور پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی صفات پر تفکر کرتے رہنا چاہیے۔ اگر خیال اِدھر اُدھر بھٹکے تو اسے دوبارہ اسمِ ذات کے تصور اور ذاتِ باری تعالیٰ کی عظمت اور صفات کے تفکر پر لگا دینا چاہیے یعنی تصور اور تفکر کو تصرف میں لا کر استغراقِ تام حاصل کرنا چاہیے۔ حقیقی طور پر مراقبہ اس طرح قائم ہوتا ہے یعنی مراقبہ = تصور + تفکر + تصرف۔ یہی اصل کام ہے۔ اس طرح مراقبہ کرنے سے باطن کھل جاتا ہے، باطنی آنکھ بیدار ہو جاتی ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ سے روحانی رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ۔ ''اپنے رب کو اس طرح یاد کر کہ اپنے آپ کو بھول جائے''۔ الکہف [18:24]

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًاؕ

اور اپنے رب کا ذکر اس طرح (محویت) سے کرو کہ سب سے کٹ کر اس کے ہو رہو۔ المزمل [73:8]

عزیزانِ من! ہمیں چاہیے کہ زندگی بھر، ہر لمحہ، ہر آن، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے اور کھاتے پیتے وقت، ہر حال میں اسوۂ حسنہ سامنے رکھیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِؕ العمران [3:191]

یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کارفرما اس کی عظمت اور حُسن کے جلووں) میں فکر کرتے رہتے ہیں (پھر اس کی معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب کوتاہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لےؕ

ہمیں اعتقادات، عبادات اور معاملات، غرضیکہ ہر لحاظ سے نہایت خلوص کے ساتھ بندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارے عقائد درست ہونے چاہئیں۔ ہمیں عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کے انفرادی و اجتماعی فلاح و بہبود، محبت و اخوت اور اتحاد و یگانگت کے حصول کے حقیقی مقاصد پیش نظر رکھنے چاہئیں اور ان کے حصول کی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ باہمی معاملات میں بھی امانت، دیانت، شرافت، صداقت، صبر و تحمل اور رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ جھوٹ، غیبت، لڑائی جھگڑے، فسق و فجور، بے حیائی اور برائی سے بچنا چاہیے۔ اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پا کر، اخلاقِ حسنہ سے متصف ہو کر تزکیہ نفس حاصل ہو جائے گا اور اس طرح فلاح حاصل ہو جائے گی۔

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰیo بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہ کی آلودگیوں سے) پاک ہو گیاo سورۃ الاعلیٰ [87:14]

مرشدِ من، قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری قدس سرہ العزیز اس ضمن میں فرماتے ہیں:

''......عبادت کا سب سے عظیم اور بڑا مقصد یہ ہے کہ روزِ الست سے بچھڑی ہوئی انسانی روح اور انسانی حقیقت دوبارہ اپنے معدن، مرکز، اصل اور روحِ کل سے واصل ہو جائے۔ جس پر خاکی جسم، مادی وجود اور عنصری حیات کے حجابات کے علاوہ غفلت، معصیت، کبر، حرص و آز، لالچ، شہوت، غضب اور دیگر لغزشوں کے ہزاروں پردے پڑے ہوئے ہیں اور یہ پردے صرف عبادت، ذکر فکر، توجہ، تصور، تفکر، یکسوئی اور یادِ الٰہی کے نور اور روشنی ہی کے ذریعے ہٹتے اور دور ہوتے ہیں۔ اور جب یہ حجابات ہٹ جاتے ہیں تو انسانی حقیقت اس حقیقتِ کبریٰ سے مل جاتی ہے اور اسی میں فناء اور بقاء حاصل کر لیتی ہے جو اس کا منتہائے مقصود ہے۔ عشرتِ قطرہ ہے، دریا میں فنا ہو جانا (11)

جو انسان مقصدِ حیات سمجھ کر، راہِ ہدایت اختیار نہ کرے وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتا۔ ایسا انسان خسارے میں رہتا ہے۔ سورۃ العصر میں واضح طور پر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَالۡعَصۡرِo اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍo اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِo العصر [30:1-3]

زمانہ کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر گواہ ہے)o بے شک انسان خسارے میں ہے (کہ وہ عمرِ عزیز گنوا رہا ہے)o سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور (تبلیغِ حق کے نتیجے میں پیش آمدہ مصائب و آلام میں) باہم صبر کی تاکید کرتے رہےo

اہلِ ایمان اور اہلِ یقین کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرما دینا ہی کافی ہے۔ مگر موضوع کی ضرورت و اہمیت اور قدر و قیمت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم فرمائی اور ساتھ ہی اِنَّ (بے شک) کہہ کر مزید یقین دہانی کرائی کہ انسان خسارے میں ہے۔ صرف وہ لوگ خسارے میں نہیں جو ایمان لے آئے، اپنے اعتقادات درست رکھے، خلوص کے ساتھ عبادات بجالاتے رہے۔ تزکیہ نفس کرتے رہے۔ اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پانے اور اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ دوسروں کو بھی راہِ حق پر چلنے کی تاکید کرتے رہے اور اس راہ پر مدد کرتے رہے۔ راہِ حق پر پیش آنے والے آلام و مصائب اور مشکلات کا صبر و حوصلہ سے مقابلہ کرتے رہے اور دوسرے ساتھیوں کو بھی صبر کی تاکید کرتے رہے۔ ایسے انسان خسارے سے بچ گئے اور فوز و فلاح پا گئے۔

روحانیت وروحیت

مراقبہ سے مراد کسی ایک تصور کو بنیادی نقطۂ توجہ (نقطۂ فکر) بنا کر باہم مشابہہ، یکساں اور ایک جیسے خیالات وتصورات کا تانا بانا بننا ہے۔ مثلاً تصورِ اسمِ ذات (اللہ) اور تصورِ اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اصل توجہ اسم پر دی جاتی ہے جبکہ اس دوران صفاتِ باری تعالیٰ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تفکر کیا جاتا ہے۔ دورانِ توجہ، اصل تصور کی طرف دھیان مرکوز کیا جاتا ہے اور تفکر بھی دائرۂ تصور میں رہ کر کیا جاتا ہے۔

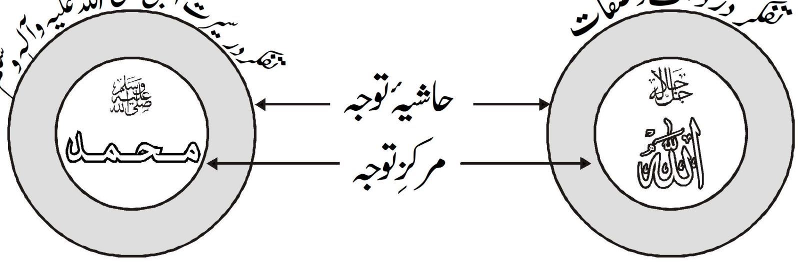

روحانیت وروحیت، دونوں کا تعلق روح سے ہے۔ روحانی وروحی صلاحیتیں روح سے جنم لیتی ہیں۔ ہر انسان میں فطرتی طور پر روحی اور روحانی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔ عموماً یہ صلاحیتیں مضمر اور خوابیدہ ہوتی ہیں۔ کوئی بھی انسان ارتکازِ توجہ کی مشق (مراقبہ) سے یہ صلاحیتیں بیدار کر سکتا ہے اور انہیں بہتر بنا سکتا ہے۔ ان مشقوں سے غیر مسلم میں روحی صلاحیتیں نمو پاتی ہیں جبکہ مسلمان میں روحی وروحانی دونوں طرح کی صلاحیتیں نمو پاتی ہیں۔ روحی صلاحیتیں، روحانی صلاحیتوں کے مقابلہ میں محدود ہیں۔ ان کا تعلق صرف لطیفۂ نفس سے ہوتا ہے۔

مراقبہ کا موضوع کوئی اسم، شے یا تصور ہو سکتا ہے۔ تصوف میں اسم ذات، اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کلمہ طیبہ، خانہ کعبہ، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تصورِ شیخ کے مراقبہ کی تعلیم دی جاتی ہے جبکہ روحی علوم میں گلاب کے پھول، پانی کی بوند، سورج، چاند، شمع وغیرہ پر توجہ مرکوز کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

تفکر وتصور اور مراقبہ کی کوئی شکل یا صورت ہو سب کا مقصد اور طریق کار یکساں ہوتے ہیں مگر فوائد کا دارومدار مرکزِ تصور اور نکتۂ توجہ پر ہے۔ سب سے زیادہ فوائد اسمِ ذات (اللہ) اور اسمِ نبی کریم (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تصور سے ہوتے ہیں۔ حکمِ ربی کے مطابق افضل ترین مراقبہ تصورِ اسمِ ذات اور تصورِ اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ہے۔

ایک مسلمان، عاشقِ صادق کو کیا غرض کہ وہ شمع بینی، آئینہ بینی، قمر بینی، خورشید بینی، سایہ بینی اور اس طرح کی دیگر مشقوں اور مراقبات میں مشغول ہو اس کی توجہ اور تصور کا مرکز صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے ہیں۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ (12)

اشیاء ومظاہر کی بات تو الگ رہی۔ ایک مسلمان تمام انبیاء ورسل کو دل وجان سے مانتا اور ان کا احترام کرتا ہے مگر اس کی توجہ اور تصور کا مرکز صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے ہیں۔ مردِ مومن حقیقی مرکزیت کا قائل ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے اس نکتہ کو خوب بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

نہ کلیم کا تصور، نہ خیالِ طورِ سینا میری آرزو محمدؐ، میری جستجو مدینہ
(شکیل بدایونی)

سلسلہ سروری قادری میں اول تا آخر صرف اسمِ ذات اور اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ آنکھیں کھول کر اسمِ ذات اور اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے اور آنکھیں بند کر کے بھی یہی تصور قائم کیا جاتا ہے۔

تصوف میں مراقبے کا اصل مقصد نفسِ انسانی کا نفس کلی سے رابطہ وتعلق قائم کرنا ہے، تاہم اس کے اور بہت سے روحانی، جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی اثرات ونتائج مرتب ہوتے اور فوائد وثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1۔ مراقبہ سے اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی رابطہ اور تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ رابطہ اور تعلق، قرب میں بدل جاتا ہے۔ رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ معرفت حاصل ہوتی ہے۔ قبر اور حشر کی منزلیں آسان ہوتی ہیں۔ دنیا وآخرت کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ روحانی تعلیم وتربیت، روحانی مدد اور رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

2۔ مراقبہ سے انسانی فکر کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اولیاء اور انسان کی عظمت کے بارے میں احساسات بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

3۔ صوفیہ عظام کے طریقہ کے مطابق مراقبہ کرنے سے عالمِ ماوریٰ سے رابطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مختلف روحانی دنیاؤں (عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت، عالمِ لاہوت، عالمِ ارواح وغیرہ) کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ دنیا میں آنے کی منتظر اور دنیا سے جانے والی ارواح سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے جس سے حیات بعد الموت، عقیدۂ آخرت اور آخروی، دائمی وابدی زندگی کے بارے میں عقائد مزید راسخ ہو جاتے ہیں۔ بفضلِ تعالیٰ انسان کو اسی دنیوی زندگی میں ہی آخروی فلاح ونجات کی بشارت بھی مل جاتی ہے۔

4۔ مراقبہ کی بدولت مختلف لطائف (لطیفہ قلب، لطیفہ روح، لطیفہ نفس، وغیرہ) کے اسرار منکشف ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان لطائف سے پیدا ہونے والے الہامات کی تفہیم حاصل ہو جاتی ہے۔ اس طرح شیطانی ورحمانی الہام میں بھی فرق عیاں ہو جاتا ہے اور سالک کا الہاماتِ رحمانی کے ذریعے ذاتِ باری تعالیٰ سے روحانی تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

5۔ صوفیہ عظام کے طریقہ سے مراقبہ کرنے سے سالک نفس اور شیطان کے مکروفریب سے آگاہ ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اسے ان کے مکروفریب سے محفوظ رہنے کی صلاحیت بھی عطا ہو جاتی ہے۔

6۔ مراقبہ کی بدولت تصورات (تصورِ ذاتِ باری تعالیٰ، تصورِ حُسن، تصورِ عظمت انسانی، وغیرہ) رفتہ رفتہ، منزل بہ منزل، زینہ بہ زینہ اور درجہ بہ درجہ لطیف سے لطیف تر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

7۔ تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ انسان کو غلط احساسات، خیالات اور جذبات سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ احساسات، خیالات اور جذبات کی ترفع ہوتی ہے۔ یہ لطیف سے لطیف تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

8۔ مراقبہ ذہنی وروحانی تربیت کا سب سے بڑا اور بہترین طریقہ ہے۔ یہ حقیقی سکونِ دل، سکونِ دماغ، سکونِ اعصاب اور سکونِ روح حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس سے دورانِ عبادت ذہنی وقلبی لذت، فرحت، آرام اور سکون حاصل ہوتے ہیں۔ اس طرح عبادت میں بوریت محسوس نہیں ہوتی۔

9۔ مراقبہ سے ذہنی یکسوئی اور توجہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذہنی یکسوئی اور توجہ سے کی گئی عبادت اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ ہدایت سے مراد دماغ میں صحیح تجاویز کا القا ہونا ہے۔ ان صحیح تجاویز پر عمل کا نتیجہ بھی لازماً اچھا ہوتا ہے۔

10۔ توجہ اور یکسوئی سے کی گئی عبادات کے جملہ مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ علم وعرفان کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ معرفت وقرب اور رضا وبخشش حاصل ہوتی ہے۔ رزق فراخ ہوتا ہے اور زندگی چین سے بسر ہوتی ہے۔ آلام ومصائب کے پیچھے کارفرما حکمتِ ایزدی سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور انسان کو ان آلام ومصائب کا ہمت سے سامنا کرنے اور کامیابی سے ان سے سرخرو ہونے کی تعلیم ملتی ہے۔

11۔ بفضلِ تعالیٰ شخصیت میں کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ باتوں میں وزن پیدا ہو جاتا ہے۔ مقبولیت کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ سب لوگ عزت واحترام سے پیش آتے ہیں۔

12۔ نیک انسان اللہ کی پناہ میں آ جاتا ہے۔ وہ حادثات، امراض اور دشمنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسے نہ کسی چیز کا خوف رہتا ہے اور نہ

ہی غم۔ وہ دنیا وآخرت میں حفظ وامان پا جاتا ہے۔

13۔ مراقبہ سے عقائد صالحہ میں مزید پختگی اور اعمالِ صالحہ میں مزید خلوص پیدا ہوتا ہے۔ رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں قربِ حقیقی عطا ہوتا ہے۔ دیدارِ الٰہی اور زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

14۔ مراقبے کی حالت میں ذہن پر جو کیفیت وارد ہوتی ہے وہ نشے، نیند، خود تنویمی (سیلف ہپناسز) اور خواب سے بالکل مختلف اور ان سے کہیں زیادہ سکون بخش، فرحت افزا اور صحت مند ہوتی ہے۔

15۔ ذوقِ جستجو اور ذوقِ تلاشِ حق کی تسکین ہوتی ہے۔

16۔ مراقبہ کی حالت میں نفسِ انسانی شعور برتر کی سطح پر کام شروع کر دیتا ہے اور ادراک ماورائے حواس کام کرنے لگتا ہے۔ اس طرح مراقبے کے عالم میں نفسِ انسانی کی قوتیں اور عظمتیں نمودار ہوتی ہیں۔ جسم اور جسمانیت کا احساس غائب ہو جاتا ہے۔

17۔ نگاہ میں نورانیت اور مقناطیسیت پیدا ہو جاتی ہے۔

18۔ مراقبہ کی بدولت دوسروں سے ذہنی، قلبی اور روحانی رابطہ قائم کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

19۔ کسی موجود شخص پر یا غیر حاضر شخص کے تصور پر توجہ مرکوز کر کے اسے متاثر کیا جا سکتا ہے۔ متاثر ہونے یا متاثر کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ جسمانی و ذہنی اور روحانی کیفیات کا تبادلہ ممکن ہو جاتا ہے۔ اس طرح سلبِ امراض کی صلاحیت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

20۔ انتقالِ جذبات کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ کسی کے دل میں اپنی محبت پیدا کر سکتے ہیں۔ صوفیہ اس صلاحیت کی بدولت لوگوں میں عشقِ الٰہی اور عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا کر کے انہیں راہِ ہدایت پر چلاتے ہیں۔ ان کی شخصیت اس قدر متاثر کن اور اثر انگیز ہو جاتی ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے سے بھی دوسروں میں یہ جذبات، کیفیات اور احساسات منتقل ہو جاتے ہیں۔

21۔ مراقبہ سے خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ احساسِ کمتری دور ہوتا ہے۔

22۔ قوتِ ارادی میں اضافہ ہوتا ہے۔

23۔ یادداشت بہتر ہوتی ہے۔

24۔ توجہ اور یکسوئی میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔

25۔ مراقبہ ذہنی ابتری، جذباتی کشمکش، نفسیاتی پیچیدگی اور کردار کی الجھنوں کا علاج ہے۔ اس سے خوف، مایوسی، اضطراب، اشتعال، بیزاری، کمتری کے احساس، تنہا روی، تنہا پسندی، جنسی انحرافات، خود غرضی، خود بینی، خود پسندی، تشدد، خود آزاری، مردم آزاری، جرائم پسندی، بغاوت، غلط تعصّبات، غلط عادات اور تخریبی جذبات سے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے۔ غرضیکہ مراقبہ سے ہر طرح کے جنسی و نفسیاتی اور اخلاقی و روحانی مسائل سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

26۔ مراقبہ سے شفا بخش روحانی قوت حاصل ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے انسان اپنا علاج آپ کر سکتا ہے۔ بلکہ دوسروں کا بھی علاج کر سکتا ہے۔

27۔ مراقبہ سے جسمانی اعضا کی کارکردگی بہتر ہو جاتی ہے۔ اعضائے رئیسہ کی کارکردگی بہتر ہوتی ہے۔ بصارت تیز ہو جاتی ہے۔ قوتِ سماعت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یادداشت بہتر ہو جاتی ہے۔ دل کی کارکردگی بہتر ہو جاتی ہے۔ بلڈ کولیسٹرول کم ہو جاتا ہے۔ بلڈ پریشر نارمل ہو جاتا ہے۔ خون کے سرخ ذرات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نظامِ انہضام بھی درست اور بہتر ہو جاتا ہے۔ بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

28۔ ڈپریشن اور جذباتی ہیجان ختم ہو جاتے ہیں۔ قوتِ فیصلہ بہتر ہو جاتی ہے۔ ڈر اور خوف دور ہو جاتے ہیں۔ عدم تحفظ کے احساس اور مستقبل کے اندیشوں سے نجات مل جاتی ہے۔ وسوسوں سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے۔ بے خوابی سے نجات مل جاتی ہے اور گہری نیند آتی ہے۔ چڑچڑے پن میں کمی آ جاتی ہے۔ تخلیقی قوتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

29۔ منفی خیالات ختم ہوجاتے ہیں۔ اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارامل جاتا ہے۔ حسد، حرص، ہوس، تکبر وغیرہ سے نجات مل جاتی ہے۔
30۔ سحروآسیب اور نظرِ بد کے اثرات سے نجات حاصل ہوجاتی ہے۔
31۔ باطنی حواس بیدار ہوجاتے ہیں جس وجہ سے غیبی مخلوق اور ارواح سے رابطہ قائم ہوجاتا ہے۔
32۔ مراقبہ کی بدولت انسانی کے باطنی جُثے اور لطیف روحانی وجود فعال ہو جاتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ مادی وجود کی مدد سے بھی لطیف وجود کی طرح جہاں چاہیں، جاسکتے ہیں۔
33۔ طے لسانی، طے زمانی اور طے مکانی کی صلاحیتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ انسان تھوڑے وقت میں زیادہ کلام پڑھ سکتا ہے۔ تھوڑے وقت میں وہ کام نبٹا سکتا ہے جسے کرنے کے لیے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔ اسی طرح تھوڑی دیر میں طویل فاصلے طے کرسکتا ہے۔
34۔ مراقبہ سے انسان میں میڈیم شپ یعنی معمول بننے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔
35۔ روشن ضمیری میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔
36۔ کشفِ قلوب (دل کا حال پڑھنا) کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔
37۔ کشف القبور کی صلاحیت حاصل ہوجاتی ہے۔
38۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔
39۔ مستقبل بینی کی صلاحیت حاصل ہوجاتی ہے۔
40۔ بے اختیار ہوکر کسی سے کوئی بات کہہ دیں تو وہ حرف بہ حرف پوری ہوجاتی ہے۔
41۔ ہمزاد، موکلات، جنات اور ارواح مسخر ہوجاتی ہیں۔

مراقبہ اور ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے حاصل ہونے والے مذکورہ بالا فوائد اولیائے عظام اور صوفیہ کرام کے صدیوں کے روحانی مشاہدات وتجربات سے ثابت شدہ ہیں۔ یہ فوائد امریکہ، روس، انگلینڈ، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کے مختلف تحقیقی اداروں کی سائنسی تحقیقات سے بھی ثابت ہوچکے ہیں۔

1۔ کمیونسٹ ملکوں (روس وغیرہ) میں خارق العادات (سپر نارمل) مظاہر کی سائنسی آلات کی مدد سے، مُسلّم سائنسی اصولوں کے مطابق تحقیق سے جسم مثالی کے بارے میں حیرت انگیز معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ وہاں مختلف روحی علوم کی اہمیت، افادیت اور ضرورت تسلیم کرلی گئی ہے اور جسمانی، روحانی، ذہنی، نفسیاتی اور جنسی امراض کے علاج کے لیے ارتکازِ توجہ کی مشقوں کی افادیت تسلیم کرلی گئی ہے۔(13)
2۔ لینن گراڈ کے ایک سرجن نے تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ چینی طریق علاج آکو پنکچر دراصل ایک روحانی طریقہ علاج ہی ہے۔ اس طریق علاج کے مطابق جسم کے مختلف حصوں پر سوئیاں چبھوکر قوتِ حیات کو بیدار کردیا جاتا ہے۔(14)
3۔ امریکہ کے بیشتر کالجوں میں امریکی نوجوان حبسِ دم کی مشقیں کرکے مراقبہ میں ارتکازِ توجہ کا عمل سیکھ رہے ہیں۔ اس قسم کے مراقبہ میں کسی اعلیٰ ذات یا ہستی مطلق کا تصور باندھ لیا جاتا ہے۔ پھر مخصوص الفاظ کی تکرار کی جاتی ہے (اسے تصوف میں ذکر خفی یا ذکر جلی کہتے ہیں۔) گہری اور محتاط چھان بین سے پتہ چلا ہے کہ مراقبہ سے منفی جذبات سے چھٹکارا پانے میں مدد ملتی ہے۔ نشہ آور اشیاء سے عارضی سکون حاصل ہوتا ہے جبکہ مراقبہ اور توجہ کی یکسوئی کے ذریعے سچا اور حقیقی سکون حاصل ہوتا ہے۔(15)
4۔ امریکہ میں ماہرینِ نفسیات تحقیق سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جو لوگ ذہنی ابتری، جذباتی کشمکش، نفسیاتی پیچیدگی اور کردار کی الجھنوں میں مبتلا ہوں ان کے لیے مراقبہ اور سانس کی مشقیں بہترین مقوی (ٹانک)، مفرح اور صحت بخش نسخے کی حیثیت رکھتی ہیں۔(16)
5۔ 1882ء میں لندن میں مختلف سائنسی علوم کے ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا مقصد روح اور اس کے متعلقات پر بحث کرنا اور ان کی تحقیق وتفتیش کرنا تھا۔ یہ کمیٹی تیس سال تک قائم رہی۔ اس مدت میں اس نے ہزاروں روحانی واقعات وحوادث کی تحقیق کی اور روحِ انسانی، اس کے قوی اور قوتِ ادراک کے متعلق بار بار تجربے کیے جو چالیس ضخیم اور موٹی جلدوں میں مدون ومحفوظ ہیں۔ اس کمیٹی نے انسان کی روحی صلاحیتوں کا کھلے دل سے اقرار کیا اور ان صلاحیتوں کی نشوونما کے لیے اور ان سے کام لینے کے لیے

ارتکازِ توجہ اور مراقبہ کی ضرورت و اہمیت کی طرف توجہ دلائی۔(17)

6۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق (پی ایچ ڈی) نے روحیت اور روحانیت کے موضوع پر کتاب ''من کی دنیا'' تحریر کی ہے۔انہوں نے یہ کتاب خصوصاً جدت پسند، مغربیت زدہ، مادیت کے شکار، جدید تعلیم یافتہ افراد کے لیے لکھی۔اس کتاب میں انہوں نے روحی علوم میں اہلِ مغرب کی دلچسپی بیان کی ہے اور واضح کیا ہے کہ علمائے مغرب روحی علوم کی بدولت جن حقائق سے آگاہ ہوئے ہیں اور مزید جن حقائق کی تلاش میں ہیں' قرآن حکیم انہیں قریباً چودہ سو سال پہلے بیان کر چکا ہے۔صفحہ 12 پر وہ لکھتے ہیں:

''میرے مخاطب وہ لوگ ہیں جنہوں نے یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی، اور جو انگریز مصنفین سے مرعوب ہیں۔میں نے ان لوگوں کی خاطر صرف مغربی حکماء کے انکشافات پیش کیے ہیں اور اپنے اسلاف کا کہیں حوالہ نہیں دیا۔البتہ قرآنِ حکیم کو بکثرت استعمال کیا ہے تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ جن حقائق کی تلاش میں آج علمائے مغرب ٹھوکریں کھا رہے ہیں،قرآن انہیں چودہ سَو برس پہلے بیان کر چکا ہے۔(18)

اس کے بعد ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے روحی علوم میں مغربی حکماء، علماء، فلاسفرز اور سائنسدانوں کی دلچسپیوں، تصانیف اور دریافتوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے افکار اور انکشافات کی قرآنی آیات سے تائید کی ہے اور واضح کیا ہے کہ اہلِ مغرب، مادی ترقی کی خرابیوں اور لادینیت سے تنگ آ کر دائمی و ابدی اور اخلاقی و روحانی سکون کی تلاش میں روحانیت کی طرف مائل ہیں۔ابھی وہ روحی علوم میں تحقیق کر رہے ہیں۔ان کی کوششوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ روحیت سے اسلامی روحانیت کی قدر و قیمت سے آگاہ ہو کر، مسلمان ہو جائیں گے اور شاید روحانیت میں بھی دہریت، مادیت اور مغربیت کے شکار افراد کی رہنمائی کرنے لگیں، وہ لکھتے ہیں:

یورپ میں کاپرنیکس پہلا مفکر ہے، جس نے 1543ء میں انسان کو ایک رُوحانی حقیقت ثابت کرنے کی کوشش کی۔کیپلر، گلیلیو، نیوٹن اور ڈارون نے بھی اس مسئلے پر کچھ نہ کچھ لکھا۔انیسویں صدی میں اس موضوع کی طرف زیادہ توجہ ہونے لگی۔چنانچہ 1874ء میں سر ولیم کُرکس نے ایک کتاب (Research in the Phenomena of Spiritualism) کے نام سے شائع کی جسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔فرانس کے فزیالوجسٹ Richet نے اپنی کتاب (Thirty Years of Physcical Research) میں عالمِ روح و اثیر (Astral World) کے وجود کا اعلان کیا۔سر ولیم بیرٹ نے (On the Threshold of the Unseen) لکھ کر لاتعداد لوگوں کو متاثر کیا۔

وائس ایڈمرل Usborne Moor نے غیبی آوازوں پر "The Voices" لکھی۔

امریکہ کے ایک وکیل ای۔سی۔رینڈل نے بائیس سال کی تلاش کے بعد اپنے مشاہدات و تجربات "The Dead have never died" میں منضبط کیے۔اسی موضوع پر مسٹر F.W.H. Myers کی کتاب Human Personality and its Survival of Bodily Death سات سو صفحات کی ایک محققانہ تحریر ہے۔

کہتے ہیں کہ مصیبت میں خدا یاد آتا ہے۔پچھلی دو عالمگیر جنگوں میں جو کچھ یورپ پہ بیتی اس سے آپ آگاہ ہیں۔مرگ و تباہی کے ان زلزلوں اور اشک و خوں کے ان مہیب سیلابوں نے لاتعداد دِلوں کو لرزا دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے روح، جسم لطیف، دعا، کاسمک ورلڈ، حیات بعد الموت، تعلق باللہ، حقیقی مسرّت اور دیگر متعلقہ مسائل پر سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں کتابیں نکل آئیں۔یہ لکھنے والے وہم پرست عوام سے تعلق نہیں رکھتے تھے، بلکہ ان کی اکثریت سائنس کے ڈاکٹروں، پروفیسروں اور فلسفیوں پر مشتمل تھی، مثلاً:

1. Mystic Gleams, by Dr. F.R. Wheeler Ph.D
2. A Yogi in the Himalayas, by Dr. Paul Brunton, Ph.D
3. Invisible World, by Dr. H. Corrington, Ph.D
4. Exploring the Ultra Perceptive Faculty, by Dr. J. Hettiger, Ph.D
5. Heaven Lies Within Us, by Dr. Theos Bernard, Ph.D
6. The Invisible Influence, by Dr. Alexander Canon, M.D., D.P.M., Ph.D
7. The Mystery of Death, by Dr. J. Oldfield, D. Litt.; D.E.L
8. Invisible Helpers, by Rt. Rev. C.W. Leadbeater

9. Variety of Religious Experience, by Prof. William James
10. The Mind and its Place in Nature, by Dr. Broad, M.A., D. Litt; Professor,
Cambridge University
11. Science and Personality, by Dr. William Brown, Ph.D., D.Sc., Professor,
Oxford University

اس فن کی بیشتر تصانیف لندن کا ایک ادارہ Ride & Co. شائع کر رہا ہے۔ اس ادارہ کی فہرست مطبوعات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہاں کے علما وعوام روحانیت سے کتنی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسی ادارہ نے آرتھر فنڈلے کی ایک کتاب "On the Edge of the Etheric." شائع کی تھی۔ جس کے پورے ستائیس ایڈیشن صرف سات ماہ میں نکل گئے۔ ہر ایڈیشن کئی کئی ہزار نسخوں پر مشتمل تھا۔ یورپ گزشتہ ڈیڑھ سو برس سے دنیا کو علوم وفنون کا درس دے رہا ہے، اور اب اِس امر کے آثار پیدا ہو گئے ہیں کہ شاید روحانیات میں بھی مغرب دنیا کی رہنمائی کرنے لگے۔ اِس وقت یورپ میں روحانی تجربات کے سلسلے میں بیسیوں تجربہ گاہیں (لیبارٹریز) موجود ہیں۔ جن میں بڑے بڑے صوفی، پروفیسر اور فلاسفہ مصروفِ کار ہیں۔ ان کی تحقیقات سے زندگی کے بہت سے پوشیدہ پہلو سامنے آ گئے ہیں۔"(19)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اپنی کتاب 'من کی دنیا' کی تالیف میں مندرجہ بالا گیارہ (11) کتب کے علاوہ مزید انیس (19) کتب سے بھی استفادہ کیا ہے جن کی فہرست کتاب (من کی دنیا) کے آخر پر 'ماخذ' کے عنوان کے تحت دی ہے۔

اس کتاب میں محترم ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ نے مغربی حکما کے افکار، انکشافات اور مشاہدات بیان کرنے کے لیے ان کی کتب سے اصل متون دیئے ہیں اور ان کا سلیس اردو ترجمہ بھی دیا ہے۔ انہوں نے ان افکار سے متعلقہ قرآنی آیات بھی اصل متن اور ترجمہ کے ساتھ دی ہیں۔ انہوں نے اپنے اسلاف کا کہیں حوالہ نہیں دیا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے، وہ لکھتے ہیں:

"روح اور دل کے متعلق کچھ تفاصیل وحی نے پیش کیں جن کی صحت تمام شکوک سے بالاتر ہے۔ بعض واقعات مسلم صوفیاء نے بتائے اور کچھ نتائج ایسے بھی ہیں جو یورپ کے اہلِ دل نے اخذ کیے ہیں چونکہ میرا مقصد اہلِ مغرب کی مساعی کا جائزہ لینا تھا تاکہ کل کا محقق مشرق ومغرب کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر بات کو آگے چلا سکے۔ اس لیے میں نے اپنے اولیائے کرام کے واقعات ومشاہدات کا ذکر نہیں کیا۔"(20)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اسلامی تصوف (روحانیت) اور عجمی تصوف (روحیت) میں فرق بیان کرنے کے لیے کتاب کے صفحات نمبر 65 تا 71 پر ہندو یوگا، تبتی یوگا، عیسوی تصوف اور اسلامی تصوف کا اجمالاً ذکر کیا ہے۔ آخر پر انہوں نے حاصل تحقیق اس طرح سے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"With the heavens within, all heavens without will incessantly cooperate."

(Trine-In Tune with the Infinite, p. 116)

ترجمہ: "اللہ رُوح کی خلوتوں میں بس جائے، تو تمام بیرونی کائنات تعاونِ پیہم پہ مجبور ہو جاتی ہے۔"

رُوح میں بالیدگی وقوّت پیدا کرنے کے لیے تمام مسلم وغیر مسلم صوفیوں کے ہاں ایک ہی طریقہ ہے یعنی پہلے تمام فکری، ذہنی اور عملی آلائشوں سے پاک ہونا اور اس کے بعد عبادت یعنی محویت

عبادت سے روح کیوں توانا بنتی ہے؟

کائنات کی تمام طاقتیں ہماری امداد پہ کیوں تیار ہو جاتی ہیں؟

اس پر ہم کوئی عقلی دلیل نہیں دے سکتے لیکن یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہم سوا لاکھ انبیاء، لاتعداد اولیاء اور کروڑوں لاموں، یوگیوں اور راہبوں کی شہادت پیش کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی چند ایک نامور صوفیا تھے مثلاً نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ، بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ، داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ ان میں سے بعض کی تصانیف موجود ہیں اور بعض کے اقوال واشعار زبانِ خلق پہ

جاری ہیں۔ یہ دانایانِ رازِ فطرت ایک ہی بات بتاتے رہے کہ اللہ کے سامنے جھکنے کے بعد تمام کائنات تمہارے سامنے جھک جائے گی۔ اگر آپ اس شہادت کو بھی ناکافی سمجھتے ہوں تو خود تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔ آج ہی تمام گناہوں کو چھوڑیے۔ عبادت، تلاوت وتہجد کو معمول بنائیے۔ اللہ کو اس کے پیارے ناموں سے یاد کیجئے پھر دیکھیے کہ کس طرح آپ پر مسرّت وکامرانی کے تمام دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ کس طرح ساری کائنات آپ کی حفاظت واعانت کے لیے آمادہ ہو جاتی ہے، کس طرح آپ کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور کیوں کر فطرت کے مخفی کارکن آپ کے اشاروں کی تعمیل کرنے لگتے ہیں۔(21)

مندرجہ بالا ''حاصل تحقیق'' میں، ڈاکٹر غلام جیلانی برق روحانیت وروحیت، کرامات واستدراجات' اعلیٰ طبقاتِ روحانی کے مسافروں اور مقیموں اور عالمِ ناسوت میں سیر کرنے والے افراد میں حدِّ فاصل اور امتیاز قائم نہ کر پائے۔ ان کے نزدیک انبیاء اولیاء، لامے، یوگی اور راہب سب کے سب دانایانِ رازِ فطرت ہیں۔ ان کے نزدیک تمام مسلم وغیر مسلم صوفیہ ایک ہی طریقہ سے گیان پاتے ہیں۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ تمام فکری، ذہنی اور عملی آلائشوں سے پاک ہونا اور نہایت یکسوئی سے عبادت سرانجام دینا۔ حالانکہ صوفیہ اور روحی علوم کے غیر مسلم ماہرین میں بنیادی فرق مذہب (عقائد اور اعمال صالحہ سرانجام دینے کے مقاصد اور طریقہ کار) کا ہے۔ اسلامی تصوف کی بنیاد عقائدِ صالحہ اور اعمالِ صالحہ پر ہے جبکہ غیر اسلامی تصوف خواہ کسی بھی شکل میں ہو، اس کی بنیاد عقائد صالحہ اور اعمالِ صالحہ پر نہیں ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے مندرجہ بالا اقتباسات کی رو سے ان کے افکار پر بندہ عاجز کے اعتراضات کے علاوہ کچھ دیگر اعتراضات بھی ہوئے۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ جب غیر مسلم اہلِ دل سے بھی کرامات سرزد ہو سکتی ہیں تو مسلم وغیر مسلم میں فرق کیا رہا؟

اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے کہا:

''روحانی کرشمے دلیل صداقت نہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ دجّال بڑے بڑے کرشمے دکھائے گا اور قرآن میں ساحرین فرعون کے سانپوں کا ذکر ملتا ہے۔ بات یوں ہے کہ ہپناٹزم، مسمریزم، سحر اور رُوحانی کرشمے بعض ریاضتوں کا نتیجہ ہیں جنہیں ہر شخص بقدرِ ظرف حاصل کر سکتا ہے۔ تلوار ایک خوفناک ہتھیار ہے جو ڈاکو کے پاس ہو تو لعنت بن جاتی ہے اور غازی کے ہاتھ میں رحمت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح مسلمان کی رُوحانی طاقت کائنات کے لیے ایک نعمت ہے اور کافر کی یہی قوت ایک عذاب، کافر الہامی ہدایات کا پابند نہیں ہوتا اور اس لیے وہ اس طاقت کا صحیح استعمال نہیں کر سکتا۔''(22)

- ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے مندرجہ بالا اقتباس سے یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ بقول ان کے روحانی کرشمے دلیلِ صداقت نہیں۔ بندہ عاجز کے نزدیک اور تمام صوفیہ، علمائے حق کے نزدیک روحانی کرشمے دو قسم کے ہیں۔ معجزات وکرامات اور استدراجات۔ معجزات و کرامات دلیل صداقت ہیں۔ معجزات کا ظہور انبیاء سے اور کرامات کا ظہور اولیاء سے ہوتا ہے۔ سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد سلسلۂ ولایت اور اس لحاظ سے سلسلۂ کرامات بھی جاری ہے۔ اولیاءِ عظام کا تعلق اہل روحانیت سے ہے۔ روحانیت کی بنیاد عقائدِ صالحہ اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔ عقائدِ صالحہ کے بغیر اعمالِ صالحہ بھی قابلِ قبول نہیں۔ غیر مسلم عقائدِ صالحہ نہیں رکھتے۔ خواہ وہ کتنی ہی ریاضتیں کر لیں، ضبطِ نفس کا مظاہرہ کریں انہیں حقیقتِ مطلقہ تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ریاضت اور جدوجہد کے اصول کے تحت انہیں عالمِ ناسوت میں رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس رسائی کی بدولت انہیں کچھ تصرفات بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ ان کے ان تصرفات سے استدراجات کا ظہور ہوتا ہے نہ کہ کرامات کا۔ غیر مسلم روحیت کے حامل ہوتے ہیں، روحانیت کے نہیں۔

اسلامی تصوف (روحانیت) = اطاعتِ الٰہی (عقائد صالحہ + اعمالِ صالحہ) + ضبطِ نفس (تزکیۂ نفس وتصفیۂ باطن)

عجمی تصوف (روحیت) = (درست وغلط عقائد + ملے جلے اعمال) + ضبطِ نفس (اس سے تزکیۂ نفس اور تصفیہ باطن کما حقہ، حاصل نہیں ہوتا)۔

اسلامی تصوف میں رہبانیت نہیں ہے۔ دین ودنیا کی تفریق نہیں ہے۔ عجمی تصوف میں دین اور دنیا خیال کی مختلف جہتوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان دونوں کو گڈمڈ کر دیا جائے تو عجمی تصوف کے راہی بلبلا اُٹھتے ہیں۔ اسلام اس تقسیم کو قبول نہیں کرتا۔ ایک مسلمان

کے لیے عبادات اور معاملاتِ زندگی، جسمانی اعضاء و جوارح کا استعمال، پاکی اور تقدیس کے حصول کی جستجو، خرید وفروخت کے معاملات، روزمرہ کے کام اور کھیل کود وغیرہ ایک ناقابلِ تقسیم کُل کے اجزا ہیں اور عمل تخلیق کی طرح ان میں کوئی فصل یا دراڑ نہیں۔ اسلام میں ایمان اور کفر کے امتیازات کو دیگر امتیازات کے مقابلے میں بہت زیادہ اور بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ اسلام میں انسانی زندگی کے ہر پہلو، ہر خیال اور ہر عمل کو ایمان کے بنیادی ارکان کی روشنی میں آنکا اور پرکھا جاتا ہے۔ یہاں ردّ وقبول کا میزان کلمہ طیبہ کا اصولِ نفی اثبات ہے۔ اس اصول کے تحت معبودانِ باطلہ، عقائد باطلہ، افکار و تجرباتِ باطلہ اور اعمال باطلہ کی نفی کی جاتی ہے اور معبودِ حقیقی، عقائد و اعمالِ صالحہ، افکار و نظریاتِ حقّہ کا اثبات کیا جاتا ہے۔ روحیت و روحانیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس طرح بصارت سے محروم شخص حقیقی طور پر ارضی منظر بیان نہیں کر سکتا خواہ اس نے مخصوص منطقے کے جغرافیائی حالات سائنسی انداز سے مطالعہ کیے ہوں اور چٹانوں اور نباتات کا تجزیہ بھی کیوں نہ کر رکھا ہو۔ اس طرح مؤمنانہ بصارت و بصیرت کے بغیر روحیت کا سفر تو ہوسکتا ہے، روحانیت کا نہیں۔ اس بصیرت سے محروم شخص سے استدراجات کا ظہور تو ہوسکتا ہے کرامات کا نہیں۔

- ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ کے مذکورہ بالا اقتباس کا باقی حصہ درست ہے۔ استدراجی اور روحی قوت حاصل کرنے کے لیے عقائد صالحہ اور اعمالِ صالحہ کی پابندی نہیں ہے۔ اہلِ حق کی روحانی قوت خود اس کے لیے، دیگر افراد اور کائنات کے لیے رحمت ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ اہل باطل کی استدراجی قوت عذاب ثابت ہوتی ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور (23)

اپنی تحریر کے آخر میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے مادی قوت کے ساتھ ساتھ روحانی قوت کی اہمیت، ضرورت اور افادیت کے بارے میں خوب لکھا ہے، فرماتے ہیں:

> ''.....قوت کے مآخذ دو ہیں۔ کائنات اور دل۔ کائنات کی تسخیر علم سے ہوتی ہے اور دل کا جنر یٹر عبادت و تقویٰ سے چلتا ہے اور مسلمان وہ ہے جو ان دونوں طاقتوں کا مالک ہو۔ رُوح کی قوّت قومی بقا کی ضامن ہے اگر یہ ختم ہو جائے تو پھر صرف مادّی طاقت، خواہ وہ کتنی ہی مہیب کیوں نہ ہو نہیں بچا سکتی۔ قیصر و کسریٰ کی عظیم مادّی طاقت کو مٹھی بھر عربوں کی رُوحانی قوت نے پیس ڈالا تھا اور ہماری تاریخ ایسے واقعات سے لبریز ہے۔ جب خود مسلمان اس سرچشمہ قوت سے محروم ہوگئے تو ان کی عظیم امپائر اور مہیب عسکری قوت انہیں زوال سے نہ بچا سکی۔'' (24)

7۔ پاکستان میں سیّد محمد مہدی المعروف رئیس امروہوی (1914ء تا 1988ء) نے روحی علوم پر نہایت گراں قدر علمی و تحقیقی کام کیا ہے۔ یہ مختلف روحی علوم کے موضوعات پر جنگ اخبار میں کالم لکھتے رہے۔ رئیس امروہوی نفسیات و مابعد النفسیات کے صفحہ نمبر 12 پر لکھتے ہیں کہ انہوں نے ان موضوعات پر کالم نویسی کا سلسلہ اگست 1963ء میں شروع کیا تھا۔ لاکھوں لوگوں نے ان سے اپنے روحانی، روحی، نفسیاتی، ذہنی، جنسی و جذباتی اور سماجی مسائل کے حل کے سلسلہ میں رہنمائی حاصل کی۔ انہوں نے لوگوں کی نفسی و اخلاقی تربیت کے لیے اور انہیں روحی علوم سکھانے کے لیے رئیس اکیڈمی قائم کی۔ اندرون ملک اور بیرون ملک سے لوگ مکتوبات میں انہیں اپنے مسائل اور ان کے حل کے لیے تجویز کردہ مراقبات اور ارتکازِ توجہ کے نتائج و اثرات اور مشاہدات تحریر کرتے رہے۔ یہ سائنسی، معروضی، تحقیقی اور تنقیدی انداز سے ان کی رہنمائی فرماتے رہے۔ عالمی ڈائجسٹ کے ایک محتاط اندازے کے مطابق جولائی 1972ء تک قارئین کے مسائل اور ان کے روحی مشاہدات و تجربات پر مبنی ایک لاکھ خطوط ان کی نظر سے گزر چکے تھے۔ جن میں سے نصف خطوط طلباء وطالبات کے تھے۔ (25)

ان کی روحی علوم سے متعلق تحقیقات اور مشاہدات پر مبنی درج ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں:

1۔ مراقبہ (دو جلدیں)، 2۔ عالمِ برزخ (دو جلدیں)، 3۔ ہپناٹزم (دو جلدیں)، 4۔ نفسیات و مابعد النفسیات (تین جلدیں)، 5۔ لے سانس بھی آہستہ (دو جلدیں)، 6۔ حاضراتِ ارواح (دو جلدیں)، 7۔ عالم ارواح (دو جلدیں)، 8۔ جنات (دو جلدیں)، 9۔ جنسیات (دو جلدیں)، 10۔ توجہات (دو جلدیں)، 11۔ عجائب نفس (دو جلدیں)، 12۔ مظاہر نفس (دو جلدیں)۔

رئیس امروہوی ماہر علوم روحانی کے علاوہ شاعر اور قطعہ نگار بھی تھے۔ کئی عشرے تک جنگ اخبار میں روزانہ ان کے قطعات شائع ہوتے رہے۔ ان کے قریباً بارہ شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اردو نثر میں بھی چند ایک کتابیں لکھیں۔ رئیس امروہوی مذہبی گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ روحانی وروحی علوم کے ماہر تھے۔ انہوں نے زیادہ توجہ روحی علوم پر تحقیق اور ان کی تعلیم و ترویج پر مرکوز کی۔ روحی علوم پر ذاتی تحقیقات کے علاوہ ان کی بین الاقوامی سطح پر ہونے والی تحقیقات پر بھی گہری نظر تھی۔ انہوں نے اپنی مندرجہ بالا کتب میں ان تحقیقات کا ذکر کیا ہے اور ان پر مدلل انداز سے بحث و تبصرہ بھی پیش کیا ہے۔ انہیں نے اپنی مذکورہ کتب میں روحی علوم پر لکھی گئی کئی ملکی و غیر ملکی کتب پر تحقیقی وتنقیدی تبصرہ بھی پیش کیا ہے۔ ان کی گراں قدر خدمات پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح پر سعید الحسن امروہوی نے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا جس پر ایم۔ جے۔ پی روہیل کھنڈ یونیورسٹی انڈیا نے سعید الحسن امروہوی کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دی ہے۔

رئیس امروہوی خود ایک درویش تھے اور اعلیٰ صوفی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے روحی علوم کی تعلیم کے لیے ارتکازِ توجہ (مراقبات) کی مشقوں پر مشتمل ایک نصاب، نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت (Self Cultural Training Course) مرتب کیا اور اس سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کی تربیت کی۔ انہوں نے اپنی کتب میں کئی مقامات پر مختلف حوالوں سے اس کورس کی افادیت کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

''لطیفۂ نفس کی بیداری کی بنیادی شرط استغراق ہے یعنی جب تک ہم ڈوب جانے کی کیفیت میں نہ آ جائیں لطیفۂ نفس اپنی سرگرمیاں شروع نہیں کرتا۔ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ S.C.T کی مشقوں (نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت) یعنی مشق تنفس نور، متبادل طرز تنفس، پاس انفاس، حبس انفاس، ارتکاز توجہ کی مشقوں (مراقبۂ نور، مراقبۂ مرگ، ماورائی مراقبہ، التسخیر، التجلی، البصیر، شمع بینی، سایہ بینی، ماہ بینی، آفتاب بینی اور تسخیر ہمزاد وغیرہ) سے بھی رفتہ رفتہ لطیفۂ نفس میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور آدمی حیرت انگیز معاملات سے دوچار ہوتا ہے۔(26)

''وہم، خوف، بددلی، افسردگی اور کمتری کے احساس کا علاج نہ دوا سے ممکن ہے نہ غذا سے نہ دعا سے، صرف ان مشقوں کے ذریعے ممکن ہے۔ جو میں (نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت کے سلسلے میں) تجویز کیا کرتا ہوں اور ان مشقوں کی مدت بھی کم سے کم چھ ماہ ورنہ اصولاً تین سال ہے۔ چوبیس گھنٹے میں صرف چند منٹ صبح و شام ان مشقوں میں صرف ہوتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ ذہنی مریض اندر سے بدلنے لگتا ہے اور بلاشبہ ''نیا آدمی'' بن جاتا ہے!(27)

''جہاں تک مجھے معلوم ہے اب تک نفسیاتی دواؤں کی طویل فہرست میں کوئی ایسی گولی موجود نہیں، جو وہم کی شدت کو کم کر سکے۔ طبی نقطۂ نظر سے وہم ایک سوداوی مرض ہے یعنی خون میں سودا کی زیادتی ہو جائے (جگر کا فعل خراب ہو) تو آدمی طرح طرح کے اوہام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یقیناً طب میں ایسی دوائیں موجود ہیں، جو سوداوی کیفیت کو دور کر کے انسان کو وہم اور شک سے نجات دلا سکتی ہیں (شک وہم ہی کی ابتدائی شکل ہے) لیکن سوداوی امراض بہت ضدی اور جان لیوا ہوتے ہیں۔ ایک آدھ مہینے میں شفایابی کی اُمید نہ رکھنی چاہیے۔ سالہا سال علاج کے بعد افاقہ ممکن ہے۔ کلاسیکی نفسیات میں اس جبری وہم (آب سیشنل نیوراسس) کا علاج تحلیل نفسی ہے۔ جس کی مدت فرائڈ کے بیان کے مطابق تین سال سے کم نہیں۔ میں وہم کا علاج (S.C.T) (نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت) کی مشقوں کے ذریعہ کرتا ہوں۔ (ان کی مدت بھی ایک سال سے کم نہیں) صبح و شام کی دس دس منٹ سانس کی مشق اور دوسری مشقیں کرنی پڑتی ہیں۔ اور الحمد للہ بالعموم کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ انسان ایب نارمل کے بجائے رفتہ رفتہ نارمل بننے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کیونکہ نفسیات کی دنیا میں معجزے نہیں ہوا کرتے۔(28)

''......اے بی سی کی صحت کی خرابی، چڑچڑا پن، ہر چیز سے بیزاری، ایک تصور میں گم رہنا۔ ان شاء اللہ یہ سب عارضی حالتیں ہیں (دل و دماغ کی) آخر کار اے۔ بی۔ سی کا حقیقت پسندانہ نقطہ نظر ابھرے گا۔ شام کا وقت ان پر سخت گزرتا ہے اگر گزرتا ہے، یقیناً گزرتا ہوگا۔ اگر وہ اس وقت خواہ مخواہ کی کوئی مصروفیت (مثلاً بچوں کی تعلیم یا اپنے حالات کے لحاظ سے کوئی اور مشغلہ اختیار کر لیں) تو بہتر ہے۔ صبح جاگنے کے بعد فوراً مغرب کے وقت اور شب میں سونے سے قبل سانس کی مشقیں کر لیں۔ یہ کرب یہ بے چینی یہ الجھن اور یہ اضطراب ایک روز میں ختم نہیں ہوگا۔ رفتہ رفتہ وہ اپنے ذہن

پر غالب آسکیں گی۔ وہ جس تنویمی کیفیت میں مبتلا تھیں اور اب تک مبتلا ہیں وہ آہستہ آہستہ ختم ہو گی میرا بزرگانہ مشورہ یہ ہے کہ اپنی شخصیت کی جدید تعمیر کے لیے S.C.T کورس کر لیں۔"(29)

"برادرم! 90 فیصدی جنسی کمزوری صرف خیالی، وہمی اور نفسیاتی ہوا کرتی ہے۔تم جس عادت میں مبتلا ہو، یہ عادت بے شمار لوگوں میں مشترک ہوتی ہے۔ عادت کا تواتر یقیناً ایک خاص قسم کی کمزوری پیدا کر دیتا ہے لیکن انسان اس طرح ناکارہ و نامراد نہیں ہو جاتا۔ جنسی مریضوں کا (میری رائے یہ ہے کہ) نفسیاتی علاج ضرور کرانا چاہیے۔ البتہ بعض دوائیں بحالی قوت کے لیے استعمال کی جا سکتی ہیں مثلاً لبوبِ کبیر (طبی دوا) اور دوالمسک وغیرہ، بعض انجکشن بھی مفید ہوتے ہیں۔ تاہم بنیادی طور پر یہ ذہنی مرض ہے اور اس احساسِ کمتری، کمزوری پر غالب آنے کے لیے نصاب تعمیر و تنظیمِ شخصیت (S.C.T) کی مشقیں بے حد مفید ثابت ہوتی ہیں۔"(30)

"......تم جذباتی ہیجان میں مبتلا ہو اور جوانی میں جذباتی ہیجان اتنا ہی فطری اور قدرتی ہے جتنا موسم گرما میں لُو چلنا! اگر تم تنفس نور اور خود نویسی کی مشقیں کر لو تو ان جذباتی ہیجان پر (جس کے سبب سر بھاری ہونے لگتا ہے۔ حافظہ معطل ہو جاتا ہے، کتاب پڑھنے کو جی نہیں چاہتا) رفتہ رفتہ غالب آ جاؤ گے۔(31)

"......اگر کوئی پیدائشی خرابی نہ ہو تو ہر شخص بھرپور جنسی زندگی بسر کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، میں خودلذتی کے مریضوں کو S.C.T کی مشقیں کرایا کرتا ہوں، تجربہ یہ ہے کہ انجام کار ان مشقوں کی بدولت آدمی میں (لڑکی ہو یا لڑکا) اتنی خود اعتمادی اور خودداری پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اس پریشان کن عادت کو ترک کر سکے۔"(32)

"غم کا اظہار فقط آنسوؤں سے ہی نہیں ہوا کرتا، بسا اوقات قہقہوں سے بھی ہوتا ہے۔ جذبۂ غم بے حد رنگا رنگ اور نو بہ نور ہوا کرتا ہے، ہر روز اس کی نئی شان ہوتی ہے۔ اور ہر لحہ نئی آن بان! ح۔ خ! تم بہترین "روحی معمولہ" بن سکتی ہو اگر S.C.T کی مشقیں جن کا تعلق نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت (سیلف کلچر ٹریننگ کورس) سے ہے۔ صبح و شام دس دس منٹ کرنی پڑتی ہیں اور بذریعہ خط و کتابت رہنمائی اور نگرانی کرتا رہتا ہوں۔ ان مشقوں سے تمہاری شخصیت کے وہ جوہر کھلیں گے کہ تم خود حیران رہ جاؤ گی۔"(33)

"اعتماد کی بحالی، خود اعتمادی کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے کیا کیا جائے۔ اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت (یعنی سیلف کلچر ٹریننگ کورس کہ اس کا مخفف S.C.T ہے) کی تکمیل کر لی جائے۔ نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت چند مشقوں پر مشتمل ہے۔ ان میں بعض سانس کی مشقیں ہیں۔ یعنی سانس کو ایک خاص طریقے پر کھینچا، مقررہ مدت تک سینے میں روکا اور مخصوص طریقے سے خارج کیا جائے۔ (میں نے اپنی کتاب "لے سانس بھی آہستہ" میں ان تمام مشقوں پر تفصیلی گفتگو کی ہے) یا کسی ایک نقطہ (مثلاً شمع کی لو) پر پلکیں جھپکائے بغیر نظریں گاڑ دی جائیں۔ "توجہات" نامی کتاب میں آپ "ارتکاز توجہ" یعنی Concentration کے بارے میں بہت کچھ پڑھ سکتے ہیں اور جان سکتے ہیں۔

تیسری کتاب "مراقبہ" ہے۔ اس کا موضوع یہ ہے کہ ذہن کو کس طرح صرف ایک تصور پر مرکوز کر دیا جائے۔ ان عملیات سے ذہن کی از سرِ نو تربیت ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ خود اعتمادی پیدا ہونے لگتی ہے۔ ذہن بھی ہماری قوت ارادی کا محکوم ہے جس طرح ہمارے ہاتھ پاؤں! میرے مضمون کا ایک اقتباس پڑھیے۔

ہر شخص ہر وقت تین حالتوں (مشاہدہ، مراقبہ اور مکاشفہ) میں سے کسی ایک حالت میں ہوتا ہے یا دیکھ رہا ہوتا ہے یا دیکھے ہوئے منظر کے بارے میں کچھ سوچ رہا ہوتا ہے یا سوچ کے نتیجے میں کسی نئی حقیقت سے دوچار ہوتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ مشاہدے، مراقبے اور مکاشفے کے بغیر ایک لحہ بسر کر سکیں۔ کیونکہ ذہن کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ وہ یہ دیکھے، سوچے اور سمجھے! کوتاہی کیا ہے؟ کوتاہی یہ ہے کہ ہم باضابطہ سوچ (یعنی مراقبے) کی عادت نہیں ڈالتے۔ جس طرح انگلیوں کو ٹائپ کرنے اور پیروں کو سائیکل چلانے کا رفتہ رفتہ عادی بنایا جا سکتا ہے اسی طرح ذہن کو منظم سوچ بچار کی ٹریننگ دینے لگیں تو آپ رفتہ رفتہ محسوس کریں گے کہ حافظے کی قوت بہتر ہو رہی ہے۔ یادداشتیں نکھر رہی ہیں۔ تخیل تیز اور تصور روشن سے روشن تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ہماری تمام نفسیاتی اور جنسی الجھنیں (حلق ہی کو لے لیجئے) پیدا ہی اس لیے ہوتی ہیں کہ ہم نے ذہن کو بے ترتیب اور بے ترتیب چھوڑ دیا ہے۔ پھوہڑ ماں باپ کے بچے آوارہ ہو جاتے ہیں۔ یہی حال ذہن کا ہے۔ اگر آپ روزانہ چند منٹ ذہنی تربیت کی باقاعدہ کوشش نہ کریں گے تو وہ لامحالہ آوارہ اور انجام کارنا کارہ ہو جائے گا۔ آموزش یعنی سیکھنے کے عمل کے ذریعے ہم اپنی ذہنی افتاد کو بدل سکتے ہیں......''(34)

''میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم بذریعہ خط مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ نفسیاتی علاج جھاڑ پھونک نہیں ہے کہ میں نے پھونک ماری اور تم صحت یاب ہو گئیں، میں نے دم کیا ہوا پانی پلایا اور تم ٹھیک ٹھاک ہو گئیں نہیں یہ ممکن نہیں، ہاں یہ ناممکن ہے۔ (35)''

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ:

- روحی دنیا میں داخل ہونے کے لیے، روحی صلاحیتوں کی بیداری کے لیے، جسمانی، ذہنی، نفسیاتی، جنسی اور اخلاقی عوارض سے چھٹکارا پانے کے لیے تعمیر و تنظیم شخصیت کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے سانس کی مشقوں اور ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے مدد لی جانی چاہیے۔
- اس نفسیاتی وروحانی علاج سے رفتہ رفتہ تبدیلی آتی ہے۔ خاطر خواہ تبدیلی کے لیے چھ ماہ سے لے کر تین سال کا عرصہ درکار ہے۔
- روحی دنیا کا محض لطیفۂ نفس سے تعلق ہے۔ روحانی دنیا کا تعلق لطائف ستّہ (چھ لطائف) سے ہے۔ روحانی دنیا کے مقابلہ میں روحی دنیا کا دائرہ کار بہت محدود ہے۔
- سانس کی اور ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے لطیفۂ نفس میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اس سے خوابیدہ شخصی وروحی صلاحیتیں بیدار ہوتی اور نمو پاتی ہیں۔
- عزیزانِ من! رئیس صاحب کی تمام تحقیقات اور معالجات درست ہیں۔ وہ تزکیۂ نفس کے لیے صرف لطیفۂ نفس کی بیداری اور اصلاح ہی ضروری خیال کرتے تھے جبکہ قرآن وحدیث اور صوفیہ کے عملی تجربات و مشاہدات کے مطابق لطیفۂ نفس کے ساتھ لطیفۂ قلب کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ میں ارشاد ہوا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جسے دل کہتے ہیں۔ یہ درست ہو تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے۔ یہ خراب ہو تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے۔ گوشت کے اس لوتھڑے سے مراد 'دل' ہے۔ قلب کی اصلاح سے تمام روحانی، اخلاقی، ذہنی، نفسیاتی، جنسی، جذباتی اور جسمانی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ اصلاح پانے پر مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش بن جاتا ہے۔ لطیفۂ قلب کے ساتھ دیگر لطائف کی اصلاح و بیداری سے انسان، انسانِ کامل بن جاتا ہے۔ وہ خدا کا دستِ قدرت اور زبان بن جاتا ہے۔

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے (36)

رئیس صاحب کی تحقیقات سے آگاہ ہونے اور ان کی کتب کے تفصیلی مطالعہ سے قبل ہی بندہ عاجز فیضِ کامل کی بدولت تمام جسمانی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، جذباتی بیماریوں اور خرابیوں کی اصلاح کے سلسلہ میں روحانی طور پر کامل نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت (PSCT Course) سے آگاہ ہو چکا تھا۔ صوفیہ کرام اور اولیائے عظام کے صدیوں کے اور بندہ عاجز اپنے برسوں کے ذاتی تجربات و مشاہدات اور عوام الناس کے علاج معالجہ سے اخذ ہونے والے نتائج کے مطابق اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ رئیس صاحب کے طریقۂ علاج کی نسبت اس طریقۂ علاج سے تبدیلی اور اصلاح کا عمل بہت تیزی سے اور آسانی سے سرانجام پاتا ہے۔ اس طریقۂ علاج سے تمام لطائف بیدار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور معرفت کا رشتہ قائم ہوتا ہے۔ تمام جسمانی، اخلاقی، روحانی، نفسیاتی، جنسی و جذباتی بیماریوں اور خرابیوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ اس راہ پر ہر سانس عبادت شمار ہوتا ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ روحیت کے بجائے روحانیت کو اپنایا جائے۔ اس سے دین، دنیا اور آخرت سب ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ انسان ذہنی، جسمانی، اخلاقی، روحانی، معاشی و سماجی ہر لحاظ سے متوازن نشوونما پاتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ یہ روحانی تعلیم وتربیت کا مکمل ترین ضابطۂ حیات ہے۔ دین اسلام میں دین اور دنیا کی تفریق نہیں۔ اس

میں دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جسم، روح سے جدا نہیں۔ دین اسلام کے مطابق جسم کے تقاضے بھی پورے ہونے چاہئیں اور روح کے بھی۔ اس لیے کامیاب زندگی گزارنے کے لیے، تمام نفسیاتی، ذہنی، جذباتی، اخلاقی و روحانی مسائل کے حل کے لیے، اولیائے کاملین اور صوفیہ عظام کی راہ پر چلتے ہوئے روحانیت کا علم سیکھیں، نہ کہ روحیت کا۔

عزیزانِ من! یہاں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ اپنی عملی زندگی کے آخری حصہ میں رئیس امروہی صاحب کو قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب عرفان حصہ اول اور حصہ دوم کے مطالعہ کا موقع ملا تو متاثر ہوئے۔ انہوں نے مراقبہ (حصہ دوم) کے صفحہ نمبر 225 تا 229ء پر کتاب ''عرفان'' کے حوالہ سے مراقبہ اسم ذات اور لطائف ستہ کا ذکر کیا ہے۔ صفحہ نمبر 227 پر حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک روحانی مشاہدہ و تجربہ کا ذکر کیا ہے۔ ان امور سے واضح ہوتا ہے کہ رئیس امروہوی بھی سانس اور ارتکازِ توجہ کی دیگر مشقوں کے بجائے تصورِ اسمِ ذات اور تصورِ اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائل ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے اس دور کے طلباء و طالبات کو مراقبہ اسمِ ذات اور مراقبہ اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم بھی دی ہے جس سے شاندار نتائج مرتب ہوئے۔

8۔ بندہ عاجز نے آج تک تصوف اور روحانی علاج معالجہ کی جو کتابیں پڑھی ہیں ان میں صرف ورد اوراد، وظائف، تعویزات اور دم وغیرہ سے سحر و آسیب اور نظر بد کا علاج تجویز کیا گیا ہے۔ ذہنی و نفسیاتی امراض، معاشی تنگدستی اور چند سماجی مسائل کے حل کے لیے بھی یہی طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔ عام طور پر ذہنی، نفسیاتی، جذباتی اور جنسی امراض کو روحانی علاج کے دائرہ کار سے باہر تصور کیا جاتا ہے۔ اور ان کے علاج کے لیے مراقبہ اور سانس کی مشقیں تجویز نہیں کی جاتیں۔

9۔ ماہرینِ نفسیات و مابعد النفسیات، ماہرین علوم روحی (ہپناٹزم، این ایل پی تکنیک، ریکی، سائنٹا لوجی اور ڈائنا ٹکس) سانس کی مشقوں اور ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے لوگوں کی روحی صلاحیتیں بیدار کر کے اور ان کے جسمانی و ذہنی، نفسیاتی، جذباتی اور جنسی مسائل حل کر کے انہیں دین اسلام اور اسلامی تصوف سے دور کر رہے ہیں۔ وہ انہیں خاموش حکمتِ عملی کے تحت بالواسطہ طور پر دہریت، لادینیت اور کفر و ضلالت کے راستوں پر چلا رہے ہیں۔ آپ ان کی کتابیں پڑھیں اور ان کی ویب سائٹس پر جا کر دیکھیں۔ یوگا والے ہندوازم کی تعلیم دے رہے ہیں۔ ڈائنا ٹیکس اور سائنٹا لوجی والوں نے چرچ آف سائنٹا لوجی بنا لیا ہے اور ان ذہنی علوم کی مذہب کے طور پر تعلیم دے رہے ہیں۔ وہ اپنے فارغ التحصیل سٹوڈنٹس کو چرچ آف سائنٹا لوجی کی طرف سے سرٹیفکیٹس دیتے ہیں۔ آج کل ریکی ماسٹر کہلانا، ہپناٹسٹ کہلانا، ماہر نفسیات کہلانا عزت اور فخر کا باعث سمجھا جا رہا ہے۔ ذہنی و روحی علوم کے ماہرین اسلامی تصوف کی تعلیمات اپنے انداز سے بیان کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہے ہیں۔ مثلاً ایل رون ہبرڈ کی ڈائناٹکس اور سائنٹا لوجی پر لکھی ہوئی کتابیں پڑھیں۔ ان میں اسلامی تعلیمات دی گئی ہیں مگر لیبل اپنا لگایا گیا ہے۔ ان کا شائع کردہ ایک کتابچہ ''خوشی کا راستہ'' میرے پیش نظر ہے۔ یہ کتابچہ چونسٹھ (64) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں خوش رہنے کے گیارہ اصول بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سب کے سب اصول، دین اسلام میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتابچے میں بیان کردہ اصول یہ ہیں:

1۔ اپنا خیال رکھئے۔ 2۔ اعتدال پسند بنئے۔ 3۔ بے راہ روی سے بچیں۔ 4۔ بچوں سے محبت کیجئے اور ان کی مدد کیجئے۔ 5۔ اپنے والدین کی مدد کریں۔ 6۔ اچھی مثال قائم کیجئے۔ 7۔ صداقت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں۔ 8۔ قتل نہ کریں۔ 9۔ کوئی غیر قانونی کام مت کریں۔ 10۔ تمام لوگوں کے لیے بنائی ہوئی اور تمام لوگوں کے لیے کام کرنے والی حکومت کی حمایت کیجئے۔ 11۔ کسی نیک نیت انسان کو نقصان نہ پہنچائیں۔ 12۔ اپنے ماحول کی حفاظت کیجئے اور اسے بہتر بنائیے۔ 13۔ چوری نہ کریں۔ 14۔ اعتماد کے قابل بنئے۔ 15۔ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ 16۔ جفاکش بنئے۔ 17۔ قابل بنئے۔ 18۔ دوسروں کے مذہبی عقائد کا احترام کیجئے۔ 19۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ دوسرے آپ کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں جو آپ پسند نہیں کرتے تو آپ بھی کوشش کریں کہ دوسروں کے ساتھ ویسا سلوک نہ کریں۔ 20۔ دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنے کی کوشش کیجئے جیسے سلوک

کے آپ ان سے طلبگار ہیں۔21۔پھلیں پھولیں اور کامیاب ہوں۔

مندرجہ بالا تمام اصول عالمگیر اور آفاقی ہیں۔تمام مذاہب انہی اصولوں کی تعلیم دیتے ہیں۔دین اسلام یہ اصول زیادہ واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ایل رون ہبرڈ کسی مذہب کی نمائندگی نہیں کرتے۔انہوں نے اوران کے پیروکاروں نے ڈائناٹکس کوایک مذہب کا درجہ دے رکھا ہے۔اس طرح وہ دنیا کے تمام مذاہب کے لوگوں کو،مادیت پسند اور دہریت کے شکار لوگوں کو اپنے پلیٹ فارم پر اکٹھا کررہے ہیں۔اس کتابچہ کے بیک ٹائٹل پیج پر لکھی گئی تحریر ملاحظہ کریں۔وہاں لکھا ہے:''ہوسکتا ہے کہ یہ پہلا غیر مذہبی ضابطۂ اخلاق ہو جو سراسر فہم عامہ پر مبنی ہے۔اسے ایل رون ہبرڈ نے ایک منفرد تحریر کے طور پر لکھا ہے اور یہ کسی مذہبی تعلیمات کا حصہ نہیں ہے......''
(خوشی کا راستہ، بیک ٹائٹل پیج)

مزید آگے لکھا ہے کہ''......اس کو ایک غیر مذہبی سرگرمی کے طور پر تقسیم کرنا قابلِ قبول ہے''۔

جائزہ لیں کہ ایل رون ہبرڈ لکھتے ہیں کہ مندرجہ بالا اصول کسی مذہبی تعلیم کا حصہ نہیں ہیں۔مراد یہ ہے کہ وہ اپنی مذہبی نوعیت کی تعلیمات کو مذہب کے طور پر پیش کرنا نہیں چاہتے۔ان کا مقصد یہ ہے کہ مذاہب سے بیزار لوگ ان کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں اور وہ غیر محسوس انداز سے ایک نیا مذہب رائج کردیں۔دین اسلام میں اور دیگر مذاہب میں ان کے بیان کردہ مذکورہ بالا اصولوں کی ہی تعلیم دی گئی ہے۔دین اسلام میں تو یہ اصول نہایت واضح، جامع اور اکمل طریقے سے پیش کیے گئے ہیں۔ہر ایک اصول کے مفہوم سے متعلقہ واضح قرآنی آیات واحادیث موجود ہیں۔مثلاً دوسرے اصول''اعتدال پسند بنئے'' کے لیے حدیث پاک ہے کہ''بہترین کام میانہ روی ہے''۔چوتھے اور پانچویں اصول کے لیے حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ''وہ ہم میں سے نہیں جو بچوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے۔آٹھویں اصول''قتل نہ کریں'' پر غور کریں۔دین اسلام میں ایک انسان کے قتل کو انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔اسی طرح انیسویں اور بیسویں اصول کے مطابق حدیث پاک ہے کہ دوسروں کے لیے وہی پسند کریں جو آپ اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔

ایل رون ہبرڈ کی تحریریں پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی تعلیم وتحقیق کے مآخذات کا ذکر نہیں کرتے۔انہوں نے ادیانِ عالم اور روحی علوم کا وسیع مطالعہ کیا ہے اور جو کچھ بھی اخذ وقبول کیا ہے اسے نئے انداز اور لیبل سے پیش کردیا ہے۔انہوں نے اخلاقی تربیت کے علاوہ نفسیاتی اور روحی تربیت کے لیے بھی کورسز بنائے ہیں۔میڈیا کے بھرپور استعمال کی وجہ سے ایل رون ہبرڈ کے مرتبہ ان علوم میں دلچسپی رکھنے والے افراد اور ان سے متعلقہ کورسز کے ماہرین امریکہ، یورپی ممالک اور پاکستان میں موجود ہیں۔اس کتابچہ کے بیک ٹائٹل کے اندرونی حصہ پر اس کتابچہ کے لیے دیئے گئے مختلف ممالک کے سربراہان، گورنرز، میئرز اور ماہرین تعلیم کے تعریفی سرٹیفکیٹس کی نقول دی گئی ہیں اور ساتھ ہی درج ہے کہ:

- اب تک دنیا کے 90 ممالک کی 70 زبانوں میں اس کتاب کا ترجمہ کیا جا چکا ہے۔
- عالمی فلاحی تنظیم Red Cross نے''خوشی کا راستہ'' کتابچہ کو استعمال کیا اور شاندار نتائج حاصل کیے۔
- حال ہی میں صدر وینزویلا نے''خوشی کا راستہ'' کو بحالی امن کے لیے سرکاری سطح پر استعمال کیا اور اس کے نتائج پر اعتماد کا اظہار کیا۔

مندرجہ بالا مندرجات کی تصدیق یا تردید تو تحقیق کے بعد ہی ہوسکتی ہے۔تاہم، اس سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ غیر مسلم اسلامی تعلیمات سے متاثر ضرور ہیں۔وہ اسلامی تعلیم اخذ وقبول کررہے ہیں مگر نئے لیبل کے ساتھ۔اگر اسی کتابچہ پر واضح طور پر لکھا ہوتا کہ اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتابچہ''خوشی کا راستہ'' تو اسلام دشمنی کی وجہ سے اسے کینہ پرور اہلِ مغرب کی طرف سے اس قدر پذیرائی نہ ملتی۔یہ اہلِ مغرب کی علمی بددیانتی اور اخلاقی کمزوری ہے کہ دینِ اسلام کی تعلیمات، قرآنی آیات واحادیث مبارکہ کی دل ہی دل میں صداقت تسلیم تو کرتے ہیں مگر اس حقیقت کا اظہار کیے بغیر اپنے الفاظ میں، اپنے نام سے یہ باتیں متعارف کرا رہے ہیں۔

صوفیہ شاندار علمی ورثہ کے مالک ہیں۔ان کے پاس کامل واکمل روحانی علم ہے جس سے ہر طرح کا جسمانی، روحانی، اخلاقی،

نفسیاتی، ذہنی، جنسی وجذباتی مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے۔ اغیار ہمارے ہاں سے ہی حکمت کے یہ موتی چرا کر عزت، دولت اور شہرت کما رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اپنے دیگر جائز و ناجائز مقاصد پورے کر رہے ہیں۔ ان کی ان کوششوں سے دیگر انسانوں کی طرح مسلمان بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ خصوصاً ہماری نوجوان نسل ان غیر اسلامی تحریکوں اور روحی، نفسیاتی و مابعد النفسیاتی علوم کی ترویج کی وجہ سے دین اسلام اور تصوف (روحانی سائنس) سے دور ہو رہی ہے۔ ہمارے علماء، صوفیہ اور حکومت کو چاہیے کہ دین اسلام اور اس کے روحانی پہلو یعنی علمِ تصوف کی تعلیم کا عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق، سائنسی طریقہ تعلیم، سائنسی طرزِ استدلال اور طرزِ تحقیق کے مطابق اہتمام کریں اور عوام الناس کو دہریت وگمراہی سے بچائیں۔

10۔ حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیقات، مشاہدات وتجربات پر مبنی اپنی کتابوں عرفان (حصہ اول) اور عرفان (حصہ دوم) میں یورپی سپر چوالزم پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ آپ نے عرفان حصہ اول میں صفحہ نمبر 115 پر مسمریزم، صفحہ نمبر 174 پر بلور بینی اور شمع بینی، صفحہ نمبر 297 پر ٹیلی پیتھی، صفحہ نمبر 298 پر کشف القلوب، صفحہ نمبر 352 تا صفحہ نمبر 368 پر حاضراتِ ارواح کے بارے میں تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش فرمایا ہے اور روحیت (سپر چوالزم) اور روحانیت (اسلامی سپر چوالزم، تصوف، روحانی سائنس) میں فرق واضح فرمایا ہے۔ اسی طرح آپ نے عرفان حصہ دوم کے صفحہ نمبر 99 پر عمل تبدیلیٔ ہیئت، صفحہ نمبر 101 پر ناری مخلوق سے حاصل ہونے والے کشفِ جنونی اور سلب امراض، صفحہ نمبر 262 پر سائکو میٹری، صفحہ نمبر 274 پر اپورٹس کا ذکر فرمایا اور واضح فرمایا ہے کہ تمام روحی علوم (جادو، ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، سائکومیٹری، اپورٹس، حاضراتِ ارواح، وغیرہ) مغربیت زدہ، مادیت پسند اور جدید سائنسی علوم سے متاثر افراد کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کی کرامات کو تسلیم کر لیں۔ نیز ان تحقیقات سے حیات بعد الموت اور ارواح کے تصرفات کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ (37)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت وروحیت میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''باطنی ہمت، روحانی توفیق اور دل کی قوت اور طاقت بڑھانے کے لیے یک سوئی و یک جہتی یعنی اپنے تصور اور تفکر کو یکجا، متحد اور مجتمع کرنا نہایت ضروری اور لازمی امر ہے جس کو انگریزی میں کنسنٹریشن (CONCENTRATION) کہتے ہیں۔ اسی پر تمام روحانی ترقی کا دارومدار ہے اور اسی پر کل سلوکِ باطنی کا انحصار ہے۔ نیز ایک کُلیہ قاعدے اور مسلمہ اصول کے مطابق خیالات اور تفکرات کا اتحاد اور اجتماع دل کی طاقت اور باطنی قوت کو بڑھانے کا موجب ہے اور خیالات کا انتشار دل کی کمزوری کا باعث ہے۔ جیسا کہ لینز یعنی آتشی شیشہ میں سے جب کبھی آفتاب کی شعاعیں ایک نقطہ پر مجتمع ہو کر گذرنے لگتی ہیں تو اس میں اس قدر حِدّت اور حرارت پیدا ہو جاتی ہے جس سے کپڑا وغیرہ جلنے لگتا ہے اور جب وہی شعاعیں منتشر کر کے اور پھیلا کر گذاری جائیں تو ان میں وہ حدت اور حرارت نہیں رہتی۔ پس توحید اور وحدت کی طرف دل لگانا اس کی طاقت اور قوت کو گویا بڑھانا ہے اور عالمِ کثرت میں ڈالنا اس کی طاقت اور قوت کو ضائع کرنا اور کھونا ہے۔ قَوْلُهٗ تَعَالٰی: ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ o یوسف[12:39] ''آیا مختلف اور متفرق معبود قائم کرنا زیادہ بہتر ہے یا ایک اللہ تعالیٰ کی ذاتِ واحد قہار کو پوجنا''۔ اسلام اور اسلامی تصوف تمام مذہبی اعمال اور دینی ارکان میں دل کی نیت اور اس کی یکسوئی اور یک جہتی پر زور دیتی ہے اور اسی کی تائید اور تاکید کرتی ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی عمل کا ردّ، قبول اور نقص وصحت نیت پر منحصر ہے۔ یعنی عمل کے وقت اگر دل کی نیت محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ عمل قابلِ قبول ہے اور اگر کسی عمل کی نیت دنیوی اور نفسانی اغراض کی طرف راجع اور مائل ہے تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں رد اور مردود ہے۔ اسی لیے آیا ہے لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ یعنی نماز درست اور صحیح نہیں ہوتی جب تک نماز میں دل اللہ کے ساتھ حاضر نہ ہو۔ اسی طرح جملہ اسلامی ارکان میں دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف مائل اور راجع ہونا لازمی اور ضروری گردانا گیا ہے تاکہ ہر فعل اور ہر عمل میں دل اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف مائل اور راغب اور اس کے تصور اور تفکر، توجہ، توہم اور تصرف کو ذکر اللہ اور اسمِ اللہ کے ایک ہی نکتہ اور مرکزِ توحید پر متحد اور مجتمع کرنے کا ذریعہ ہے۔ دل اور قلب کی باطنی قوت اور روحانی طاقت بڑھانے کا باعث بھی یہی چیز ہے اور یہی اسلامی توحید کی غرض وغایت ہے

اور یہی مذہبی اور روحانی تصور کا مرکز ہے جسے ریلیجیس کنسنٹریشن Religious Concentration کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہندو یوگ والے اور مسمریزم، ہپناٹزم اور سپر چولزم والے اپنا تصور اور توجہ ایک نکتہ مفروضہ اور موہومہ پر جمانے اور باطنی طاقت بڑھانے کی مشق کیا کرتے ہیں۔ اسلامی مذہب اور روحانیت کا مرکز تصور اسم اللہ ذات ہے جو کہ مبداء و معادِ تمام کائنات اور مخلوقات ہے اور جس کا تعلق اور کنکشن مسمّیٰ کی اس ذات لم یزل و لایزال خالق و قادر بے مثل و بے مثال کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن یوگ اور مسمریزم کے طریقے میں ایک روشن چیز یا ایک تاریک مفروضہ نکتے کے تصور سے صاحبِ تصور اس چیز یا اپنے وجود سے باہر تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس ہندو یوگی اور یورپین مسمرسٹ اور سپر چولسٹ کا معاملہ عالمِ ناسوت کے ادنیٰ اور سفلی مقام تک محدود رہ جاتا ہے اور صاحب تصور اسم اللہ ذات کی ترقی کا میدان بہت وسیع، لازوال اور لامحدود ہے۔ مذہبِ اسلام اور اسلامی تصوف کا سب سے اہم اور ضروری رکن کلمۂ طیب ہے جس کے پڑھے بغیر نہ انسان مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ اسکے ذکر کی کثرت کے بغیر راہِ سلوک طے ہو سکتی ہے۔ اس کلمہ طیّب کے ذکر نفی اثبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں بھی یہی راز مضمر ہے کہ عالمِ کثرت کے سب باطل معبودوں اور جملہ عارضی مقصودوں اور تمام فانی موجودوں کو دل سے نکال کر ان کی نفی کر دی جائے اور ایک اصلی حقیقی حیّ قیّوم معبودِ برحق کے ذکر اور خیال کو دل میں ثابت اور قائم رکھا جائے۔ یہی اصلِ کار اور اسی پر تمام مذہب و روحانیت کا دارومدار ہے۔"(38)

"یورپ کے علماء مادیین اور مغرب کے اہلِ سائنس و اہلِ فلسفہ محققین نے سالہا سال کی تلاش و تحقیق اور عرصۂ دراز کے غور و فکر کے بعد جس ادنیٰ قریب کی ناسوتی باطنی شخصیت کا ابھی صرف پتہ لگایا ہے اور اسے معلوم اور محسوس کیا ہے ہمارے سلف صالحین اور فقرا کاملین نے ان لطیف معنوی شخصیتوں کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم کیا ہوا ہے اور ایک سے ایک اعلیٰ اور ارفع سات شخصیتوں کو اپنے وجود میں زندہ اور بیدار کر کے ان کے ذریعے وہ حیرت انگیز روحانی کشف و کرامات ظاہر کیے ہیں کہ اگر اہلِ سائنس اور اہلِ فلسفہ جدید کو اس کا شمہ بھی معلوم ہو جائے تو وہ مادے کی تمام خاکرانی کو خیر باد کہہ کر روحانیت کی طرف دوڑ پڑیں اور دنیا کے تمام کام کاج چھوڑ کر اسی ضروری، نوری اور حضوری علم میں دن رات محو اور منہمک ہو جائیں۔ یہ ادنیٰ باطنی شخصیت جس کا ابھی حال ہی میں اہلِ یورپ کو پتہ لگا ہے تصوف اور اہلِ سلوک کی اصطلاح میں اسے لطیفۂ نفس کہتے ہیں۔ یہ لطیفہ ہر انسان کے اندر خام ناتمام حالت میں موجود ہے۔ اسی ابتدائی باطنی جثّے کے ذریعے انسان خواب کی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ نفس کا یہ لطیفہ جسدِ عنصری کو لباس کی طرح اوڑھے ہوئے ہے۔ اس جثّے کا عالم ناسوت ہے۔ جنّ، شیاطین اور سفلی ارواح اس مقام میں رہتی ہیں۔ پرانے زمانے کے جادوگر اور کاہن اسی ادنیٰ شخصیتِ نفس کے طفیل جادو اور کہانت کے کرشمے دکھایا کرتے تھے اور لوگوں کو غیب کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ یورپ میں آج کل کے مسمریزم، ہپناٹزم، اور سپر چولزم کے تمام حیرت انگیز کرشموں اور عجیب کارناموں کا سرچشمہ بھی یہی لطیفۂ نفس ہے۔(39)

ان علوم سے نوری و ناری دونوں طرح کی مخلوق کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ روحیت کے قائل افراد ناری مخلوق کے قائل اور اس سے متاثر ہوتے ہیں جبکہ روحانیت کے قائل نوری مخلوق سے فائدہ اور مدد حاصل کرتے ہیں۔ اہلِ روحانیت حق کے علمبردار ہیں اور ان کا مقصد حیات خلقِ خدا کو فیض اور نفع پہنچانا ہوتا ہے۔(40)

عزیزانِ من! انبیاء و اولیاء کی اسلامی سپر چوالزم (روحانیت) اور اہلِ باطل کی سفلی سپر چوالزم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ روحانیت باخدا لوگوں کا علم ہے۔ روحانیت کے حصول کے لیے باخدا ہونا ضروری ہے۔ روحیت کے لیے باخدا ہونا ضروری نہیں۔ ہر کس و ناکس ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے روحیت کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ بعض لوگوں میں یہ صلاحیت کسی شدید جذباتی حادثے یا ذہنی و جسمانی صدمے کے سبب خود بخود ابھر آتی ہیں۔ حساس، نازک مزاج اور ذہین افراد میں یہ صلاحیت جلد بیدار ہو جاتی ہے۔ فاسق و فاجر آدمی بھی ارتکازِ توجہ کی مشقوں پر عمل کر کے روحیت کی صلاحیت حاصل کر سکتا ہے۔ روحیت کے لیے نہ مذہبی شعائر کی پابندی ضروری ہے، نہ خوش عقیدگی کی! جادو، ہپناٹزم، مسمریزم کا تعلق بھی روحیت سے ہی ہے۔(41)

اسی طرح عجمی تصوف، ایرانی تصوف، یونانی تصوف اور مسیحی تصوف بھی روحیت کی مختلف اشکال ہیں۔ روحانیت کی اساس عقائد و اعمالِ صالحہ پر ہے جبکہ روحیت کا عقائد و اعمالِ صالحہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا محض انسانی تصور کی قوت اور سفلی اعمال سے تعلق ہے۔ روحانیت سے کرامت اور کشف کا ظہور ہوتا ہے۔ روحیت سے استدراج کا ظہور ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت و روحیت میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے برادر! غور سے سُن کہ خرقِ عادات دو قسم پر ہیں:۔

نوعِ اول وہ علوم و معارفِ الٰہی جل شانہٗ ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ عقل کے ماسوائے اور متعارف معتاد کے برخلاف ہیں۔ جن کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو ممتاز کرتا ہے۔

نوعِ دوم۔ مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور پوشیدہ چیزوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبر دینا جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

نوعِ اول اہلِ حق اور اربابِ معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوعِ ثانی محقق اور مبطل یعنی جھوٹے اور سچے میں شامل ہے کیونکہ استدراج والوں کو بھی نوعِ ثانی حاصل ہے۔

نوعِ اول حق تعالیٰ کے نزدیک شرافت و اعتبار رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کو اپنے دوستوں ہی سے مخصوص کیا ہے اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا۔ اور نوعِ دوم عام مخلوقات کے نزدیک معتبر ہے۔ اور ان کی نظروں میں بہت معزز و محترم ہے۔ یہی باتیں اگر استدراج والوں سے ظاہر ہوں تو عجب نہیں کہ نادانی کے باعث اس کی پرستش کرنے لگ جائیں اور رطب و یابس پر کہ ان کو تکلیف دے اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں۔ بلکہ محجوب نوعِ اول کو خوارق و کرامت سے نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک خوارق نوعِ دوم میں منحصر ہیں۔ اور کرامات ان محجوبوں کے خیال میں مخلوقات کی صورتوں کے کشف اور پوشیدہ چیزوں کی خبر دینے پر مخصوص ہیں۔ یہ لوگ عجب بیوقوف ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضر یا غائب مخلوقات کے احوال سے تعلق رکھتا ہے اس میں کونسی شرافت و کرامت حاصل ہے۔ بلکہ یہ علم تو اس بات کے لائق ہے کہ جہالت سے بدل جائے تاکہ مخلوقات اور ان کے احوال بھول جائیں۔ وہ حق تعالیٰ کی معرفت ہی ہے جو شرافت و کرامت اور اعزاز و احترام کے لائق ہے۔

پری نہفتہ رُو و دیو در کرشمہ و ناز   بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

چھپائے رُخ کو پری اور دیو ناز کرے   الٹ معاملہ سُن کر بجا نہ ہوش رہے (42)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہلِ روحانیت صرف ذکرِ قلبی اور ذکرِ ذات میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ روحی مظاہر اور کشف و کرامات میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ دنیا دار لوگ اکثر حق تعالیٰ سے دور اور دنیا میں ہمہ تن مشغول ہوتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کو بزرگ مانتے ہیں جو غائبانہ احوال کی خبریں دیں۔ یہ نادانی کے باعث ایسے لوگوں کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ اُن کے مطیع اور فرمانبردار بن جاتے ہیں اور ان کی بے حد عزت کرتے ہیں۔ یہ لوگ کرامات و استدراجات میں فرق نہیں سمجھ پاتے۔ یہ اس امرِ حقیقی سے آگاہ نہیں ہوتے کہ روحی علوم کے حامل افراد حق تعالیٰ اور اس کے قرب سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ اس میں مسلمان، عیسائی، یہودی اور باقی گروہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کی اور ان کے اعمال کی کوئی قدر و قیمت اور وقعت نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال سے تعلق رکھنے والا علم (علم روحانیت) اور اہلِ روحانیت ہی حق تعالیٰ کے نزدیک اعزاز و احترام کے لائق ہیں۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرّہٗ اپنی ایک کتاب میں فرماتے ہیں کہ تمام روئے زمین اور عالمِ ناسوت کی منازل اور مراتب مقاماتِ صغیرہ کہلاتے ہیں اور سات آسمان اور عرش و کرسی اور لوح و قلم مقاماتِ کبیرہ کہلاتے ہیں۔ فقیر کے لیے مقاماتِ صغیرہ اور مقاماتِ کبیرہ کی طیر سیر کرنی گویا گناہِ صغیرہ اور کبیرہ کی مانند ہے۔ فقیر محض اللہ تعالیٰ کے جمالِ لایزال کے متوالے اور اس کی شمع جلال کے پروانے ہوتے ہیں۔ وہ بغیر دیدارِ پروردگار غیر کی طرف التفات کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ (43)

اہلِ حق کے نزدیک روحیت اور روحی مظاہر کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اسی لیے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِذَارَأَیْتَ رَجُلاً یَّطِیْرُ فِی الْھَوَآءِ وَیَمْشِیْ عَلَی الْمَاءِ وَتَرَکَ سُنَّۃً مِّنْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاضْرِبْہُ بِالنَّعْلَیْنِ فَاِنَّہٗ شَیْطَانٌ وَّمَا صَدَرَ مِنْہُ فَھُوَ مَکْرٌ وَّ اِسْتِدْرَاجٌ ترجمہ: ''جب تو کسی شخص کو دیکھے کہ ہوا میں اڑتا ہے اور پانی پر چلتا ہے درآں حالیکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کا تارک ہو تو بلا تامل اسے جوتوں سے مار کیونکہ وہ شیطان ہے اور جو کچھ اس سے صادر اور ظاہر ہو رہا ہے وہ مکر اور استدراج ہے''۔

مردِ درویش بے شریعت اگر　　پرد بر ہوا مگس باشد
درچوں کشتی رواں شود بر آب　　اعتمادش مکن کہ خس باشد (زکریا رازیؒ)

اگر مرد درویش شریعت مطہرہ کی پیروی کے بغیر ہوا پر بھی اڑے تو وہ ایک مکھی ہے۔اگر کشتی کی طرح پانی پر چلنا شروع کرے تو اس کا اعتماد نہ کر۔ یہ عمل ایک تنکے کے برابر ہے۔(44)

روحیت کے دلدادہ افراد (ہندو یوگی، مسمرسٹس، ہپناٹسٹس، سپر چوالسٹس) شمع بینی، آئینہ بینی، قمر بینی وغیرہ سے اپنی روحی صلاحیتیں بڑھاتے ہیں۔اس ناری طریقہ سے وہ لطیفۂ نفس بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس لطیفہ کے بیدار ہونے سے وہ عالم ناسوت میں تصرف حاصل کرتے ہیں۔ جنات، شیاطین اور سفلی ارواح ان کی ہمنشین، مددگار اور ساتھی بن جاتی ہیں۔ اہلِ روحیت کا معاملہ عالمِ ناسوت کے ادنیٰ اور سفلی مقام تک محدود رہ جاتا ہے۔وہ بے شمار سفلی شعبدے اور ناسوتی کرشمے دکھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض صورتوں میں وہ جنات، شیاطین اور سفلی ارواح سے اتحاد پیدا کر کے وہ سب کچھ کرسکتا ہے جو یہ سفلی مخلوقات کرسکتی ہیں۔وہ پرندوں کی طرح ہوا میں اُڑ سکتا ہے۔ پانی پر چل سکتا ہے۔آگ میں سے گزر سکتا ہے۔نہایت کم وقت میں بہت طویل فاصلے طے کرسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے شخص کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔ایسا شخص قعرِ مذلّت میں گرتے گرتے اسفل السافلین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

عقائد صالحہ اور اعمالِ صالحہ کا حامل فرد ہر وقت اسمِ ذات اور اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصور میں گم رہتا ہے۔اس توجہ اور یکسوئی کی بدولت اس کا ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی رشتہ و تعلق قائم ہو جاتا ہے۔تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی بدولت رفتہ رفتہ اس کے تمام لطائف بیدار ہو جاتے ہیں اور وہ بفضلِ تعالیٰ اعلیٰ علییّن کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

تزکیۂ نفس سے مراد اخلاقِ رذیلہ (کبر، حسد، بغض، عناد وغیرہ) سے چھٹکارا پانا اور اخلاقِ حسنہ (عجز وانکسار، حُبّ باہمی، توکل، قناعت پسندی وغیرہ) سے متصف ہونا ہے۔تزکیۂ نفس سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے یعنی تصفیۂ قلب ہوتا ہے۔تصفیۂ قلب سے تصفیۂ باطن ہوتا ہے۔اس طرح انسان کو پہلے فلاحِ تقویٰ اور بعد میں فلاحِ احسان حاصل ہو جاتی ہے۔فلاحِ تقویٰ سے مراد پرہیز گاری اور تقویٰ کی بدولت فلاح پانا ہے۔فلاحِ احسان سے مراد مرتبۂ احسان پر فائز ہونا ہے۔یعنی خود کو ذاتِ باری تعالیٰ کے قرب و معیّت میں پانا ہے۔ حدیث جبریلؑ میں دونوں اقسام کی فلاح کا ذکر ہے۔

''حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز آپؐ کی مجلس میں حاضر تھے کہ اس اثنا میں ایک شخص، جس کے کپڑے بہت سفید اور سر کے بال نہایت کالے تھے اور جس پر سفر کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی اسے ہم میں سے کوئی پہچانتا تھا' آیا اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا کر اور اپنے دونوں ہاتھ آپؐ کی رانوں پر رکھ کر (نہایت بے تکلفی سے) بیٹھ گیا' اور پوچھا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اسلام کے بارے میں بتاؤ۔آپؐ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ کے رسول ہیں' اور تو نماز قائم کرے' زکوٰۃ ادا کرے' رمضان کے روزے رکھے اور استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کرے۔اس نے کہا: آپؐ نے درست کہا۔اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ (یہ شخص) سوال بھی پوچھتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔اُس نے پھر کہا: بتاؤ کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر' قیامت کے دن پر' اور اس بات پر کہ اچھی بری تقدیر اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے' ایمان لائے۔اس نے کہا: آپؐ نے درست فرمایا۔پھر پوچھا: احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو خدا کی اس طرح عبادت کرے گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے' پس اگر تو خدا کو نہیں دیکھ رہا تو خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔اس نے پھر پوچھا: قیامت کے متعلق مجھے کچھ بتاؤ۔آپؐ نے

فرمایا: مسئول عنہ (آپؐ) سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس نے پھر سوال کیا: اس کی علامت ہی بتائیے۔ (آپؐ نے علامتیں بتائیں۔) آپؐ نے فرمایا: وہ جبریلؑ تھے، جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔"(45)

جب کوئی مسلمان شرعی احکامات کے مطابق برے کاموں سے بچے اور نیک کام کرے تو اسے فلاحِ تقویٰ حاصل ہو جاتی ہے۔ جب وہ شیخِ کامل کی رہنمائی میں بھرپور مجاہدہ کرے تو بفضلِ تعالیٰ اسے فلاحِ احسان حاصل ہو جاتی ہے۔ فلاحِ تقویٰ بلاشبہ فلاح ہے۔ فلاحِ احسان، فلاحِ تقویٰ سے افضل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا۝ النساء [4:31]

اگر تم کبیرہ گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے بچتے رہو تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں مٹا دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ میں داخل فرما دیں گے۝

اہلِ تقویٰ اور اہلِ احسان دونوں کو قرب و معیّت نصیب ہوتے ہیں۔ تاہم قرب و معیّت کے لحاظ سے اہلِ احسان کا مقام و مرتبہ زیادہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ۝ النحل [16:128]

بے شک اللہ اُن لوگوں کو اپنی معیتِ (خاص) سے نوازتا ہے جو صاحبانِ تقویٰ ہوں اور وہ لوگ جو صاحبانِ احسان (بھی) ہوں۝

فلاحِ احسان کے لیے مرشدِ خاص اور شیخ ایصال کے ہاتھ پر بیعتِ ارادت ضروری ہے نہ کہ بیعتِ برکت کی۔ اس راہ پر محض زہد و تقویٰ اور مجاہدوں سے کام نہیں چلتا بلکہ مرشدِ خاص کی سرپرستی، مدد اور رہنمائی ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَيۡهِ الۡوَسِيۡلَةَ وَجَاهِدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِهٖ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۝ المائدہ [5:35]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۝

ارشاد ہوا ہے کہ فلاحِ احسان حاصل کرنے کے لیے پہلے فلاحِ تقویٰ حاصل کرو، مرشدِ خاص کا وسیلہ ڈھونڈو۔ اس کے بعد مرشدِ خاص کی سرپرستی میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاحِ احسان پاؤ۔

.....اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّيۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ۝ التوبہ [58:19]

جان لو کہ بے شک شیطانی گروہ کے لوگ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

.....اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۝ التوبہ [58:22]

یاد رکھو! بے شک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

جب مسلمان راہِ فلاح پر گامزن ہوتا ہے تو اس کے فکر و عمل میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کی طرح، اس کے افکار و خیالات، محسوسات و جذبات بھی لطافت و کثافت رکھتے ہیں۔ حرص سے مراد طمع اور لالچ ہے۔ مال و دولت اور دنیاوی جاہ و مرتبہ کا حرص منفی قدر رکھتا ہے، مذموم ہے جبکہ خدمتِ خلق، فلاحِ انسانی، حصولِ علم و عرفان اور حصولِ ہدایت و بخشش کے جذبات مثبت قدر رکھتے ہیں اور محمود جذبات ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وسلم کے بارے میں آیا ہے:

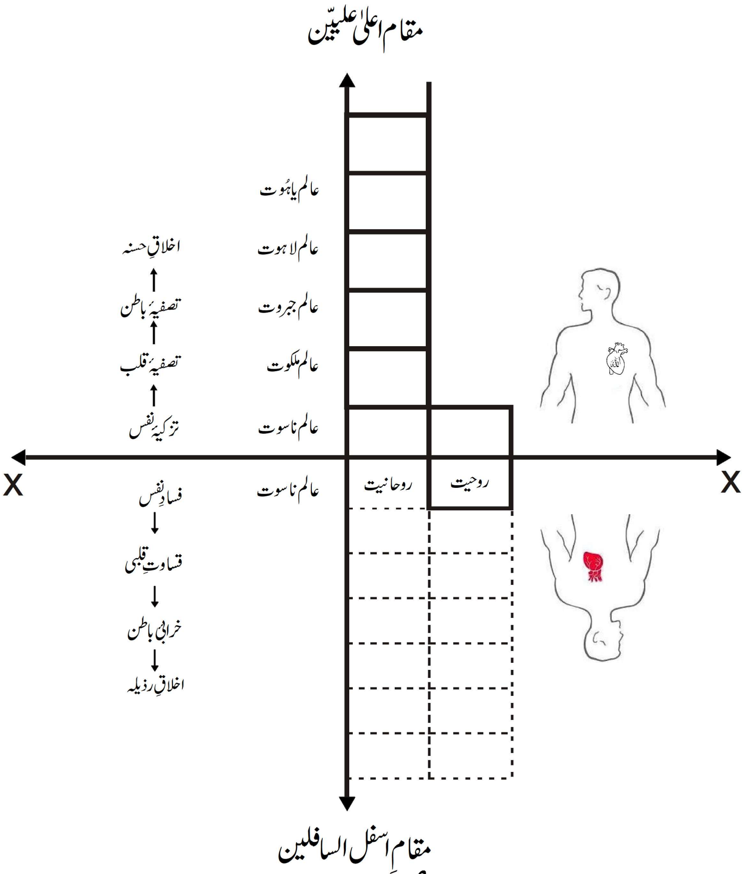

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ التوبہ [9:128]

بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں ○

مکر سے مراد فریب اور دھوکہ دینا ہے۔ اس لحاظ سے یہ جذبہ منفی قدر کا حامل ہے۔ مکر سے مراد خفیہ تدبیر بھی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○ العمران [3:54]

پھر (یہودی) کافروں نے (عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لیے) خفیہ سازش کی اور اللہ نے (عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لیے) مخفی تدبیر فرمائی، اور اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر فرمانے والا ہے ○

دنیادار کا جنسی جذبہ، حیوانی جذبات کی طرح تسکینِ نفس وعیش پرستی کا سامان ہے۔ جب کہ انبیاء کا جنسی جذبہ نہایت پاکیزہ، مقدس اور انتہائی لطافت کا حامل ہے۔ جس قدر کوئی اعلیٰ شخصیت ہوگی اسی قدر اس کے افکار و خیالات، محسوسات و جذبات لطیف و اعلیٰ ہوں گے۔ کثیف خیالات کے حامل افراد اعلیٰ ظرف افراد کے جذبات و احساسات کی لطافت سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اہلِ یورپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعددِ ازدواج کے معاملات پر اعتراضات کرتے ہیں۔ یہ نفس اور شیطان کے بندے ہیں۔ اخلاق باختہ لوگ ہیں۔ ان کے درمیان ماں بیٹے، باپ بیٹی، بہن بھائی کے رشتوں میں تقدس قائم نہیں رہا۔ جو لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں وہ رفعتِ انسانی سے کس طرح باخبر اور آگاہ ہو سکتے ہیں۔

جنسی جذبہ کا انسان کی روحانیت سے بھی تعلق ہے اور نفسانیت سے بھی۔ اعلیٰ روحانیت کے حامل افراد کا جنسی جذبہ بھی ان کی روحانیت کے مطابق اعلیٰ اور لطیف ہوتا ہے۔ دنیادار نفس کے بندے کا جنسی جذبہ بھی اس کے درجۂ نفسانیت اور رتبۂ شیطانیت کے مطابق

کثیف ہوتا ہے۔ع

فرق است مابین ابوجہل ومحمدؐ

نفسانی لوگ سب کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ انہیں انبیاء واولیاء بھی اپنے جیسے نظر آتے ہیں۔ چیونٹی رازِ سلیمان کیا سمجھے۔ اک قطرہ سمندر کیا جانے۔ ہمارے علماء فقط اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جنسی جذبہ کا مقصد صرف طلب وحصولِ اولاد ہے۔ حالانکہ یہ کثیر پہلوی اور کثیر المقاصد جذبہ ہے۔ جنت میں داخل ہونے والے مختلف درجے کی روحانی لطافت کے حامل ہوں گے۔ وہاں جنسی جذبہ کی تسکین کے لطیف ترین ذرائع، پاک صاف بیویاں اور حوریں ہوں گی۔ کیا وہاں بھی اس جذبہ کا مقصد حصولِ اولاد ہوگا؟ ہرگز نہیں، وہاں اس کا مقصد صرف روحانی، قلبی وذہنی تسکین حاصل کرنا اور لطف واطمینان حاصل کرنا ہوگا۔ اسی طرح اِس دنیا میں بھی شادی صرف جنسی تسکین کے لیے نہیں کی جاتی۔ اس سے مقصود نفسیاتی، روحانی اور ذہنی تسکین کا حصول بھی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اعلیٰ ظرف انسان کے خیالات ومحسوسات اور جذبات اس کے تزکیۂ نفس کے ساتھ لطیف سے لطیف تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ انسان اعلیٰ علیین کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دنیادار انسان کے خیالات ومحسوسات اور جذبات کثیف سے کثیف تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسفل السافلین کے مقام تک جا پہنچتا ہے۔ (معاذ اللہ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہادی ومرشد ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

..... يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا..... الاعراف[7:158]

اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں۔

دین اسلام سب کو دعوتِ فکر وعمل دیتا ہے۔ قرآنی تعلیمات تمام انسانوں کے لیے عموماً اور مسلمانوں کے لیے خصوصاً ہیں۔ اسلامی تصوف (روحانی سائنس، روحانیت) روحِ دین ہے۔ اس کی تعلیمات قرآن وسنت کی نصوصِ صریحہ پر مبنی ہیں۔ اسے چھوڑ کر منکرینِ حق او رمدعیانِ باطل کی آراء وافکار کی پیروی مسلمان کے لیے کسی طرح روا نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

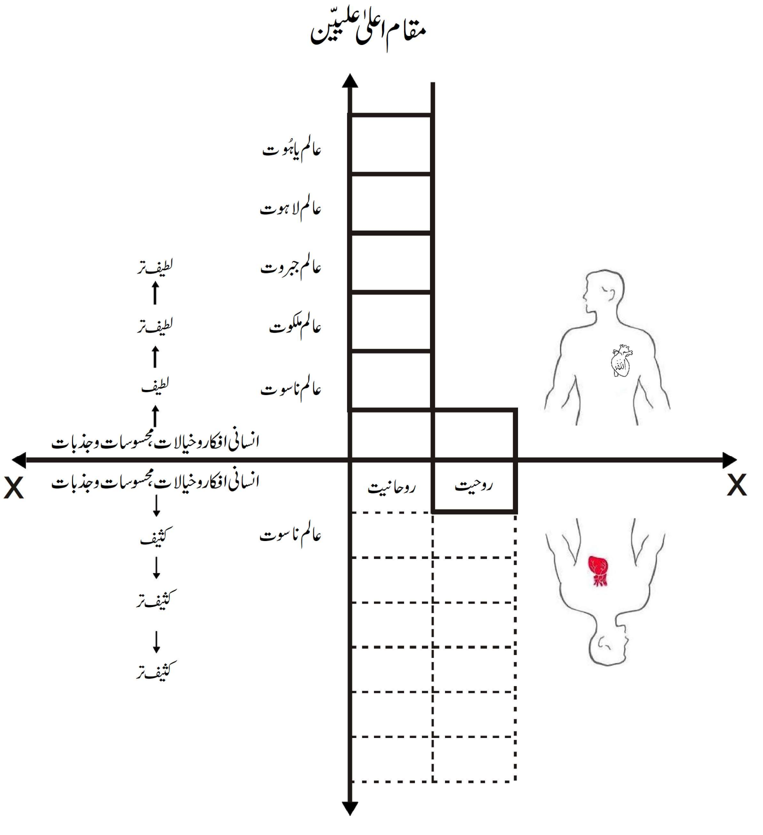

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ o الاعراف [7:3]

(اے لوگو!) تم اس (قرآن) کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے اور اس کے غیروں میں سے (باطل حاکموں اور) دوستوں کے پیچھے مت چلو، تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو o

اس لئے دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان راہِ حق پر ہی گامزن ہو۔ آئندہ صفحات پر اہلِ حق کا سلوکِ روحانی بیان کیا جائے گا۔ روحانیت وروحیت کے دلدادہ تمام انسانوں کو بلا امتیاز مذہب وملت دعوتِ عامہ ہے کہ وہ اس بیان کردہ سلوکِ روحانی پر عمل کر کے دیکھیں۔ اس کی بدولت بدنصیب، خوش نصیب ہو جائے گا۔ کفر وگمراہی کے اندھیرے دور ہوں گے۔ ایمان وایقان کی دولت نصیب ہو گی۔ ہر طرح کی مادی وروحانی، ذہنی وجسمانی، جذباتی ونفسیاتی، سماجی ومعاشی نشو ونما وترقی ہو گی اور آسودگی حاصل ہو گی۔ یقینِ محکم کے ساتھ اس وادیٔ حیرت میں قدم رکھیں۔ ان شاء اللہ حقائق منکشف ہوں گے۔ ادیانِ باطلہ کی حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ روحی علوم کی نارسائی آشکار ہو جائے گی۔ ایسا سب کچھ تمہارے باطن میں تبدیلی سے ہو گا۔ تبدیلی اندر سے آئے گی۔ تمہارے قلب واذہان جب نورِ الٰہی سے منور ہوں گے تو ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ یہ پیغامِ حق ہے اس پر غور کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ o وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ o وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ o لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ o ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ o اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ o فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ o اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ o التین [95:1-8]

انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم o اور سینا کے (پہاڑ) طور کی قسم o اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم o بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے o پھر ہم نے اسے پست سے پست تر حالت میں لوٹا دیا o سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا (دائمی) اجر ہے o پھر اس کے بعد کون ہے جو آپ کو دین (یا قیامت اور جزا وسزا) کے بارے میں جھٹلاتا ہے o کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے o وما علینا الا لبلاغ

حوالہ جات وحواشی

01- تعلیمِ غوثیہ،ص316

02- محمد ذوقی،سید،سرِّ دلبراں(لاہور:فیصل ناشران کتب،2008ء)،ص331،416،548

03- عبداللطیف خان نقشبندی،تہذیبِ نفس،بحوالہ صحیح بخاری،حدیث5873،جلد5،ص2297(لاہور:نشان پبلی کیشنز،باراول،جولائی2012ء)،ص90

04- محمد ذوقی،سید،سرِ دلبراں،(لاہور:فیصل ناشران کتب،2008ء)،ص43 تا44

05- محمد ذوقی،سید،سرِ دلبراں،ص44

06- محمد ذوقی،سید،سرِ دلبراں،ص45

07- فقیر نور محمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،(ڈیرہ اسماعیل خان:آستانہ عالیہ نوریہ،کلاچی شریف،جنوری2009ء)،ص53 تا54

08- فقیر نور محمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص125

09- فقیر نور محمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص126

10- فقیر نور محمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص129

11- فقیر عبدالحمید کلاچوی،الہامات،(ڈیرہ اسماعیل خان:آستانہ عالیہ نوریہ،کلاچی شریف،سوم، 2004ء)،ص85

12- محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،بالِ جبریل،مشمولہ:کلیاتِ اقبال اردو(لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز،پنجم،مارچ1982ء)،ص25

13- رئیس امروہوی،عالم برزخ(حصہ اول وحصہ دوم مکمل)(کراچی:ویلکم بک پورٹ،اول،جنوری2013ء)،ص62 تا65

14- رئیس امروہوی،عالم برزخ(حصہ اول وحصہ دوم مکمل)،ص64

15- رئیس امروہوی،توجہات(حصہ دوم)(کراچی:مانک جی سٹریٹ،اول مئی1977ء)،ص89 تا90

16- رئیس امروہوی،مراقبہ(حصہ اول ودوم مکمل)(کراچی:ویلکم بک پورٹ،اول،جنوری2013ء)،ص165

17- فقیر نور محمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص106 تا108

18- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،(لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز،پندرھواں،2014ء)،ص12

19- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،ص14 تا16

20- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،ص236

21- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،ص70 تا71

22- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،ص237

23- محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،بالِ جبریل،ص156

24- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،ص237 تا238

25- ہپناٹزم،ص88

26- عالم برزخ،ص183 تا184

27- نفسیات ومابعد النفسیات،ص191

28- نفسیات ومابعد النفسیات،ص204 تا205

29- نفسیات مابعد النفسیات،ص215

30- نفسیات مابعد النفسیات،ص235

31- نفسیات مابعد النفسیات،ص275

32- نفسیات مابعد النفسیات،ص279

33- نفسیات مابعد النفسیات، ص286

34- جنسیات حصہ دوئم، ص196 تا197

35- نفسیات ومابعد النفسیات، ص262

36- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ1982ء)، ص269

37- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص358 تا360

عرفان حصہ دوم (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، س۔ن)، ص273

حیاتِ سروری، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، دسمبر2009ء)، ص186

38- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص56 تا58

39- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص111 تا112

40- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص361 تا368

41- رئیس امروہوی، مراقبہ (حصہ اول ودوم مکمل) (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری2013ء)، ص188

42- احمد سرہندی، حضرت شیخ، کشف المعارف، مرتبہ: عنایت عارف (لاہور: فیصل ناشران کتب، بارسوم، نومبر2011ء)، ص306 تا307

مکتوباتِ امام ربانی، جلد اول (لاہور: ادارہ اسلامیات، ب۔ن، نومبر1988ء)، ص670

مکتوبات امام ربانی کے موضوعاتی مطالعہ کے لیے ''کشف المعارف'' بہترین کتاب ہے۔

43- فقیر نور محمد کلاچوی، مخزن الاسرار وسلطان الاوراد، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، س۔ن)، ص106 تا107

44- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص113

45- امام مسلم، ''صحیح مسلم'' (مصر: قاہرہ، 1955ء)، 1:38-37 'عدد1